

فلاح سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ راجو اور الجلیل عند ۲۰۱۳ء

رسائل فی افضال معاویہ

۱۴۲۴ھ

قیمت شریف

ماہنامہ شرفِ حلالی

تعمیم و ترویج

مجمع ضیاء الحق



دارالاسلام

شہادتِ تحقیق

شیخ محمد حیات مندی

علامہ عبد العزیز پیرباروی

مولانا عبد القادر بدایونی

علامہ محمد عبد الرشید بنگالی

پیرسائیں غلام رسول تاقی

علامہ شاہ حسین گردیزی

دفاع سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ اولہ و آلہ و سلم ۲۰۱۳ء

رسائل فی افضال معاویہ

۱۴۳۲ھ

شہرت یافتہ

- ✓ شیخ محمد حیات مندی
- ✓ علامہ عبدالعزیز پیرباروی
- ✓ مولانا عبدالقادر دہلوی
- ✓ علامہ محمد عبدالرشید عکری
- ✓ پیر سائیں غلام رسول نقوی
- ✓ علامہ شہنشاہ حسین گرمیزی

تحت شرف

ڈاکٹر محمد شرف جلالی

تقریر و تصدیق

محمد شرف

دارالاسلام C-8 مکی الدین بلڈنگ واپار ہاؤس مارکیٹ لاہور
Cell: 0321-9425765

اتحاف و اتصاف

بہ گرامی خدمت حضرت مرتضویہ علویہ

شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت

امام الواصلین، سید العارفین، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت

مولی المسلمین، امیر المؤمنین، ابوالاعلیٰ الطاہرین، طاہر مطہر، قاسم کوثر

امام المشارق والمغرب، مظہر العجائب والغرائب

اسد اللہ الغالب، مطلوب کل طالب

حضرتنا و سیدنا و مرشدنا و کریمنا و محبوبنا و مولانا

علی ابن ابی طالب

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَوْنِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ



فیضان نور علم

امام الشیخین مجمع عقائد المسلمین
ابو منصور محمد مازیدی

امام اعظم علی الاطلاق، بانی فقہ حنفی
ابو حنیفہ نعمان ثابت کوفی

حضرت امام بن ہودہ البغدادی

شیخ احمد فاروقی ہمدانی

غوث اعظم شیخ طریقت
محی الدین عبدالقادر جیلانی

شیخ الاسلام علی حضرت امام بن محمد
شاہ احمد رضا خان دہلوی

برکۃ المصطفیٰ فی البند شیخ محقق
شاہ عبدالحق محدث دہلوی

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

ابن ابی طالب

فیضان نور علم
حضرت شیخ ابوسعید

علامہ ابوسعید محمد شرف سیالوی

سائب الدین، مفتی غلام حسن قادری

مفتی صادق دہلوی صاحب مشہور

ناشر محمد رضا الحسن قادری

سلسلہ بیانات ۱۶

طبع ستمبر ۱۳۳۳ھ / جنوری ۲۰۱۳ء

قیمت ۱۰۰ روپے NET

پیش از کتاب...

پچھلی صدی کی ماضیت و خارجیت نے دیوبندیت کی کوکھ سے جنم لیا اور تفضیلیت و رافضیت نے سنتیت کی گود میں آنکھ کھولی ہے۔ اس خام پیداوار نے ماسوا اپنے گھر کو بدنام کرنے کے کچھ نہیں کمایا۔ ان میں ایک کا فساد ایک سے بڑھ کر ہے اور دونوں آج تک اپنے اپنے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکے، کیوں کہ اُمت کے سوا او عظم نے انھیں ہر دور کی طرح پچھلی صدی میں بھی قلعاً مسترد کیا ہے۔ ان کی اندرونی حالت دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے وجود سے مہانی دین کو تزلزل لاحق ہونے کا خطرہ ہے، بل کہ دقیقہ رس اور کتنے خج حضرات کا تو یہ کہنا ہے کہ ناصبیہ کے نشانات صرف کتابوں کے اوراق پر موجود ہیں اور تفضیلیہ اب بھی جہالت کا و حکو سلا بن کر مبرزین علم کے سامنے شرماتا پھرتا ہے۔ غرض کہ ہر دو طبقوں میں ایسے لوگوں کو خاص پزیرائی نہیں مل سکی اور یہ صرف خداے رحمن کا فضل و احسان اور علمائے اُمت کے نعرہ حق کا اثر ہے۔ تاریخ میں آج تک جو قوت بھی اٹھا علمائے حق نے اپنی جاں سوزی مول لے کر ملت کے فرد فرد کو بدعتیہ کی آگ سے بچایا ہے اور ان حضرات القدس کی یہ قربانیاں رانگاں نہیں گئیں۔ اللہ وحدہ لا شریک کے فضل سے جب تک ان ایسے علمائے ربانین و رحمانین کا وجود باوجود سلامت ہے، پس پائی اور ہزیمت ایسے فتنوں کا بڑھ بڑھ کے استقبال کرے گی۔

رواں صدی کے اعتقاد میں منظر نامے کو سامنے رکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ اسی فاسد المواد کے بقیہ جراثیمات پھر سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور وہ اپنے با اثر وسائل کو کام میں لاتے ہوئے اپنے افکار کو فروغ دینے میں کافی سرگرمی بھی دکھا رہے ہیں۔ الحمد للہ علمائے کرام ان فتنوں کے رد و ابطال میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک سنی قوم کا شعور پوری طرح بیدار نہیں ہو سکا ہے۔ اس کے لیے کچھ عرصہ اور محنت کرنی پڑے گی، ہر فورم، ہر گلی، محلہ، گاؤں، یونین، قصبہ، شہر میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی اور مسلسل اس تحریک کو جاری رکھنا ہوگا اور عوام میں ایسے پراگندہ افکار کے حاملین سے بچنے کا شعور پیدا کرنا ہوگا۔ ان شاء اللہ باطل پرستوں کا کھیل چند دنوں میں ختم ہو جائے گا۔ رافضی اور خارجی بھول بھلیاں میں نہ رہیں، کان کی کھڑکیاں کھول کر سن لیں! نہ ہماری نظروں سے تم لوگوں کی حرکتیں اوجھل ہیں، نہ قوم بدھو ہے، نہ تم بہت سیانے ہو۔ ہم اپنی ایمانی بصیرت اور اپنے معاونین علماء و محققین کی معیت میں بر ملا کہتے ہیں کہ سال ۲۰۱۳ء موجودہ حرکت رافضیہ تفضیلیہ کا آخری سال ہوگا اور ہم اسی سال اس فتنے کا بت تاریک گڑھے میں دفن کر دیں گے۔

عقیدتنا فی علی و معاویہ رضی اللہ عنہما

”ر ہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ! اُن کا درجہ ان سب (حضرات عشرہ مبشرہ و وزیر و علیہ) کے بعد ہے اور حضرت مولیٰ کے مقام رفیع و شانِ منع تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن میں ہزاراں ہزار برق کردار صبار قاتلک رہیں اور قطع نہ کر سکیں، مگر فضل صحبت۔ ہم تو محمد اللہ سرکار اہل بیت کے غلامانِ خانہ زاد ہیں، ہمیں معاویہ سے کیا رشتہ کہ خدا خواستہ ان کی حمایت ہے جا کریں، مگر ہاں اپنی سرکار کی طرف داری اور ان کا الزام بدگویاں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبطِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختتامِ مدت عینِ معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور ملک امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ العیاذ باللہ۔ کا فر یا فاسق فاجر یا ظالم جانتے تھے، تو الزام تو حضرت امام حسن پر آتا ہے کہ انھوں نے کاروبارِ مسلمین و انتظامِ شرع و دین بہ اختیارِ خود ایسے شخص کو تفویض کر دیا اور خیر خواہی اسلام کو۔ معاذ اللہ۔ کام نہ فرمایا۔ اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے، تو صحابہ جہاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا۔ حاشا للہ، بل کہ یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیشین گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ پھر ایا کمافی صحیح البخاری۔“

(اعتقاد الاحباب فی التخیل والاصطفی والال والاصحاب)

از: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ)

ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق!

رافضیت کو کچھ چھوٹ ملی، تو ان کی چرب زبانی اس حد تک پہنچ گئی کہ ذرا حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی بات ہو جائے تو ان کے لیے یہ صدمہ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ بے ساختہ کہ اُٹھتے ہیں: اُئی، چھوڑ بے بھی! کیا ضرورت ہے ایسے بیانات کی!! جانے دیجیے! کچھ نہیں جانتا آپ کا، اور بھی تو کتنے موضوعات ہیں جن پر بات ہوئی چاہیے۔ اور بھی کئی قسم کی لن ترانیاں دکھاتے ہیں۔ دوسری طرف شیخ تن اہل بیت کی شان میں وہ غلو کہ حد نہیں۔ یہی بیماری نواصب کو ہے، حضرت مولانا رافضی یا حضرات اہل بیت حنین جملہ کا ذکر آ جائے تو ان کو مفت میں فرض و تشبیہ کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ادھر یزید پلید ہند بے دید کو بھی کوئی اچھے لفظوں سے یاد کرے، انھیں نصب و خروج کا خطرہ تک نہیں گزرتا، بل کہ یہ لوگ تو خود اسے امیر اور خلیفہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ بس ان دونوں انتہاؤں سے حذر چاہیے، اور درمیانی راہ جو کہ سنت و جماعت والوں کی ہے، پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے۔

صحابہ کرام علی الخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحفظ ناموس کے لیے ہمیں یہ تحریک کیوں چلائی پڑی؟ اس کے محرکات و اسباب کی چند جھلکیں ہم پیش کرتے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ زمانے پہ آشکار کریں! وہ راز خاص کہ حال ہیں جس کے یہ رگ و پے (عقرب لسانی)

اور یہ نمونے صرف اہل سنت بریلوی حضرات کے ہیں، باقی طبقات سے بھی اگر شمار کیے جائیں اور ان کی تفصیل لکھی جائے تو کئی دفتر جمع ہو جائیں۔ راقم کے مشاہدہ سے گزشتہ چند سال سے جو باتیں آرہی ہیں، یہاں اسی ترتیب سے پیش کی جائیں گی، جس سے اس امر کا وضوح بھی ہو جائے گا کہ یہ خطرناک سوچ کیسے منظم اور مربوط انداز میں پھیلائی جا رہی ہے اور اس کے ازالہ کے لیے ہمیں کس قدر پھرتی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ ادارہ پاکستان شناسی، لاہور والے بابا جی ظہور الدین خان امرت سری نے ستمبر ۲۰۱۰ء میں "ابلاغ"، پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری، چھاپی تو اس کے شروع میں ڈاکٹر وحید عشرت کو دیا چہ شامل کیا، اس میں انھوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کئی طرح کی سست باتیں لکھ کر ان کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی۔

اس سے مذہبی حلقوں کے اہل علم حضرات میں کافی اضطراب پایا گیا۔ "ابلاغ" میں ظہور الدین خان کی جاہ جا حاشیہ آرائی نے جلتی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔

اگست ۲۰۱۲ء میں ظہور الدین خان کی تحریک پر کمری مختار جاوید منہاس صاحب نے "میں زہر بلا ملی کو کیسے کہوں قندار" میں مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور کی مطبوعہ "تاریخ اسلام"، مرتضیٰ احمد خان میکیش کی کتاب کو بنیاد بنا کر ادارہ کی کئی غیر معمولی غفلتوں کی خبر لی۔ اس میں دانستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ایسے عامیانہ انداز میں کروایا گیا ہے کہ ایک عام مسلمان کے درجے سے بھی نیچے لے آئے۔ راقم نے منہاس صاحب سے اس معاملے پر بات کی تو انھوں نے بھی احساس کیا۔ دراصل یہ ظہور الدین صاحب کا کارنامہ ہے جو انھوں نے منہاس صاحب کے نام کے سہارے اپنے لیے راہ ہموار کی ہے۔

کچھ عرصہ سے ادارہ پاکستان شناسی کی طرف سے کتاب "مناقب اہل بیت": عزیز الحق کوثر ندوی، کی تشہیری مہم چل رہی ہے۔ ماشاء اللہ والحمد للہ اگر اس میں بابا ظہور الدین اپنا کمال برہنہ کرنا بھی فرما رہے ہیں۔ وہ حسب سابق اس کتاب کی ابتدا میں اپنا بیجا چہ شامل کرنا چاہ رہے ہیں اور اس میں جو معرکہ و دوہپا کرنا چاہتے ہیں وہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی میسون اور کچھ دیگر تاریخی باتوں کا سہارا لے کر آپ کے سیاسی اور ریاستی کردار کو مجرمانہ حد تک مجروح کرنا ہے۔ اس پر ان کے دلائل کے اہل مآخذ عیسائی مؤرخین کی کتب تاریخ ہیں۔ ایک طرح سے وہ اہل بیت کے ذکر خیر کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کردار کو گنداکردکھانے کی دانستہ کوشش میں مصروف ہیں، جس سے لازماً رافضیت و شیعیت کے پاؤں کپکپے ہوں گے۔ اور ایسے ہی کچھ فرض ناشناس لوگوں کی غیر ذمہ دار حرکات سے فضا و رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ تاریخ کسی ابو یزید مجمر دین بٹ اور محمود عباسی کو پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے رکھے! ظہور الدین صاحب اپنی عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر پڑی سے کیوں اتر گئے ہیں اور وہ کسی کے صلاح مشورے کو خاطر میں نہ لانے پر مجبور کیوں ہیں؟ اس کے پیچھے دراصل ان کی گھریلو ناچاقتیاں، حالات کی ختم ظریفی اور بیٹوں کی ان سے عدم التفاتی ہے، جس نے ان کے حس ضدیت کو پختہ کر دیا ہے اور قبولیت کی خصلت ان میں معدوم ہو چکی ہے، انھیں ہر وہ بات جو ان کی سوچ کے خلاف ہو اس سے چڑسی ہو گئی ہے، یقین کریں، جن لوگوں کی ان سے شناسائی نہیں ہے وہ انھیں دیوانہ خیال کرنے لگے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ میری ان سے ایک سال تو اترا اس مسئلہ

میں تکرار ہوتی رہی۔ میں نے ان کی نشست اپنے کرم فرما علامہ حافظ فریاد علی قادری اور مولانا عبد الجبار قادری زید مجدہا (تلمیذ ان حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی) سے کروائی۔ عزت مآب قادری محمد لقمان قادری صاحب سے اتفاقاً میرے ہی پاس ان کی ملاقات ہو گئی، ہر بار کیا ہوا؟ یہی کہ اپنی طرف سے دو چار سطحی دلائل دینے کے بعد ظہور صاحب بغیر جھانکنے لگ جاتے اور پھر ان کے درد زبان ایک ہی بات ہوتی: ”تم کھو! میرے خلاف کھو! میرے تحریروں کا جواب دو! مضمون کھو! کتاب کھو! یہ کرو، وہ بھی کرو!“ اس کے علاوہ کوئی بات، کوئی دلیل ان کے مشکوک تحقیق سے برآمد نہ ہوتی۔ جو شخص منہ پر جھوٹا پڑ جائے اس کو تحریری جواب دینا اپنی حماقت کو ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ هو الہادی و مالک یوم التصادی۔

میرا ظہور الدین صاحب سے چوں کہ ۵ سال سے تعلق ہے اور ابتدا سے کچھ عرصہ تک لٹریچر سے شناسائی میں وہ میری مدد بھی کرتے رہے ہیں، ان کو اس تکلیف میں دیکھ کر مجھے ترس آتا ہے، اور دلی تمنا بھی یہی ہے کہ وہ اس کلفت سے ماڑی جان کو آزاد کر لیں، تاکہ زندگی کے بچے کچھ دن سکھ کے ساتھ جتا سکیں۔ اس واسطے ان کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ بابا جی! سیدھے سے جا کر اپنا گھر چلائیں! آپ کے ذہن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو بھی تصویر بن چکی ہے، بجا، مگر وہ اپنی تمام ریاست کا انصرام آپ کے گھر سے سو گنا اچھا چلاتے تھے۔۔۔۔۔!!!

۲۔ پیر ہارون الرشید (موہڑہ شریف، کوہ مری ضلع راول پنڈی) نے اپنی ایک دعا کے دوران حضرت سیدنا مولانا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ”مناق“ کہا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۳۔ قادری ظہور احمد فیضی نے ”شرح خصائص علی“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مردود و مطرود اقوال بیان کیے ہیں۔ رافضیوں کے اس اجرتی محقق کو ہم اسی سال میزان تحقیق پر پیش کریں گے، پھر آپ دیکھیے گا کہ اس کی تحقیق کی ذمیل سے کیا کیا کچھ نکلتا ہے۔

حقیقتاً ہے فریب کمال خوش نظری ترے خیال کے فرضی بتوں کی مشوہ مری عجب نہیں کہ خرد کا نقاب اٹھ جائے ہر دے کا جو آئے جنوں کی پروردی (عشق الیسیانی)

۴۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کا بیداری شعور کے سلسلے میں کیے ہوئے ایک خطاب کا چھوٹا سا حصہ ہم تک پہنچا۔ اس میں ضمناً انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرنے

والوں کو ”قتلہ گرثا“، ”یزیدی ٹولہ“، ”خارجی الذمین“، ”حب اہل بیت کے مخالف“ وغیرہ قرار دیا۔ اور یہ سب انھوں نے کہا تو کسی اور کو نہیں، سنی بریلوی بھائیوں کو کہا۔ اتنی تواضع کرنے کے بعد وہ گویا ہوئے کہ ایسے لوگوں کو اہل سنت کی صفوں سے جوتے مار کر نکال دو!!

طاہر القادری صاحب کا دل عیسائیوں جن کے کفر پر نصوص قطعیہ شاہد ہیں، کی محبت سے اتنا بد ہو چکا ہے کہ اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول کی محبت کے لیے ذرا بھی جگہ باقی نہیں رہی ہے، البتہ وہ ہر سال کرسمس ڈے کو خوب انجوائے کرتے ہیں، حتیٰ اپنے چہیتے عیسائی بھائیوں کے لیے مسجد کے دروازے تک کھول دیتے ہیں۔ طاغوت کے پیروکاروں سے اس حد تک انیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اتنا شغراٹھ ہے!!

خیر ان کے اس بیان کی باقی سب باتیں تو ہماری سمجھ میں آ کر گئیں، مگر یہ بات اب تک ہمارے لیے ناقابل فہم رہی ہے جو انھوں نے کافی زور دیتے ہوئے کہی کہ میرے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، عقیدہ کی کسی کتاب میں ان (امیر معاویہ) کے مناقب پر کوئی باب قائم نہیں ہے۔ یہ بات بھی ہمیں مبہم ہو گئی کہ آں جناب کے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، مشکل یہ ہے کہ قادری صاحب! آپ کو مناقب کے ابواب حدیث کی کتابوں میں تلاش کرنے چاہیے تھے نہ عقائد کی۔ اور اگر جناب کتب عقائد میں دیکھنے پر ہی بہ ضد ہیں، تو انھی پچاسوں کتابوں میں سے جن کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے ابواب ملیں گے انھی میں تھوڑا آگے بھی دیکھ لیں، آپ کو مناقب امیر معاویہ کے باب بھی نظر آ جائیں گے۔ اور اگر چند ایک کتب میں اس کے برعکس ہو بھی تو یہ قاعدہ یا دفر مالیں اعدم الذکر لایستلزم عدم الشیء۔

منہاج القرآن لاہور کے مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے جب ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر کتاب تصنیف کرنی شروع کی، تو طاہر القادری صاحب نے انھیں اس صالح کام سے لوک دیا۔ یہ روایت مجھ تک میرے والد گرامی حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری مدظلہ سے پہنچی ہے جو ہزاروی صاحب موصوف کے شاگرد ہیں۔

ایک بات اور۔ کہ طاہر القادری صاحب کی شروع دن سے شہرت مذہبی رنگیل کی سی رہی ہے۔ ان کی باتوں کو اکثر لوگ سنجیدگی سے نہیں لیتے، مگر فکر اس وقت دامن گیر ہوتی ہے جب ان کے جیالے متوالے انھیں دنیا کا سب سے بڑا عالم ماننے پر نکل جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کچھ عرصہ سے ایسی کرخت باتیں کرنا ان کا محبوب مشغلہ یا کہ لیس کرنا اپنی تشہیر کا روبرو بن چکا

ہے۔ کچھ نہیں آتی کہ یہ ان کے اندر کا بخار ہے یا وہ کسی کے اشارے پر یہ سب کچھ کرنے اور کہنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ خیر، حقیقت جو بھی ہے اللہ عز و شانہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ ویسے اب ان کی حالت قرآن مجید میں مذکور اُس شخص کے مشابہ ہو چکی ہے جس کے متعلق اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

و اقل عليهم نبا الذي اتيناها فانسليخ منها فاتبعه الشيطان فكان
من الغاوين، و لو شئنا لوفعناه بها و لكنه اخلد الى الارض و اتبع
هو اه فمضاه كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث

(الاعراف ۶۰-۷۵) (ترجمہ ”غوث اعظم“ عرفان القرآن“ ص ۵۷۵)

۵۔ ملا محمد بر خوردار ملتانی کی کتاب ”غوث اعظم“ حال ہی میں زاویہ پہلی شریز، لاہور سے چھپی۔ اس کا آغاز نبی کریم ﷺ کے ذکر مبارک سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کے حالات ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور خاص طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر پاک میں مصنف نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایسے حیا سوز اور غفلت آمیز جملے لکھے ہیں جنہیں پڑھ کر کسی بھی سچے مسلمان کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے۔ یہ عبارات ہم اپنے رسالہ ”دوبخراہ حال“ میں نقل کر چکے ہیں، فمن شاء فليرجع اليه

مولوی بر خوردار ملتانی نے آج تک اہل سنت کے علمی حلقوں سے ”حاشیہ نیراس“ کی یہ دولت خاصی داد وصول کی ہے۔ لوگ انہیں اہل سنت کا بڑا عالم گمان کیا کرتے تھے، شاید ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اس شخص کے رافضیانہ نظریات کی خبر نہیں تھی۔ ہم قاری ظہور احمد اسد گولڑوی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ جن کی تحریک پر ”غوث اعظم“ والی کتاب شائع کی گئی جس نے کم از کم ان کی تصویر نیم رخ کا پورا چہرہ تو نمایاں کر دیا ہے۔

۶۔ سید شمس الدین شاہ بخاری نے چند دن پہلے عثمان مسجد، اسلام پورہ، لاہور میں تقریر کی۔ اسے ٹی آئی کے کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ ان کی کئی باتوں سے اہل علاقہ پریشان ہیں، علما ان کے اس بیان سے بیزار ہیں۔

۷۔ سید مہرل حسین شاہ نے ایک مقام پر تقریر کی جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بڑی بے باک طعن کیا۔ جس پر حاضرین میں سے نعرہ بلند ہوا ”معاویہ پ لعنت“ (اعوذ معاذ اللہ)۔ مہرل حسین شاہ نے فوری طور پر اسے منع تو کیا۔ مگر چند لمحے گزرنے کے بعد اس لعین شخص کا ذکر ان الفاظ میں لیا: ہمیں اپنے عزیز کو داد دیتا ہوں، اُس کے اپنے جذبات تھے... [11]۔

۱۔ ان تمام باتوں کے ثبوت ہمارے پاس ثبوت ہیں۔ جو صاحب تصدیق چاہیں، براہ کفر، آمین!

و من یکن یطعن فی معاویہ فلذلك کلب من کلاب الہاویہ

(نہم الریاض، علامہ شہاب الدین بخاری، ج ۳ ص ۵۲۵)

مولانا مفتی محمد شوکت سیالوی صاحب (خانے وال) نے چند سال قبل ڈیرہ غازی خان میں ایک تقریر کی تھی، جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بے احتیاطی سے کئی باتیں نکل گئیں۔ اُن سے ۲۶/۲۹ دسمبر کو فون پر بات ہوئی، تو انہوں نے سابقہ کئی باتوں سے اپنا رجوع کرنا بیان کیا، مگر ابھی تک اُن کا متعین موقف تحریری صورت میں سامنے نہیں آ سکا۔ توقع ہے کہ وہ اس نازک مسئلے میں اپنا دواؤ کو نظریہ جلد سے جلد شائع کریں گے۔ واللہ التوفیق!

مولانا محمد حنیف قریشی (راول پنڈی) کے چند غیر محتاط جملے بابت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشہور ہو گئے تھے۔ اس معاملے میں اُن کی وضاحت بھی موجود ہے اور ان کے قریبی ساتھیوں سے معلوم پڑا ہے کہ اب وہ اس سے لاتعلقی ہیں۔

علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان) کے حوالے سے بھی کئی باتیں گردش میں ہیں۔ شنید ہے کہ انہوں نے علما کی ایک مجلس میں اپنی سابقہ باتوں سے رجوع اور توبہ کر لی ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو!

یاد رکھیں! جب بھی کچھ لوگ بے دھیانی میں یا جاننے کے باوجود صحابہ کرام ایسی بڑی ہستیوں کے بارے میں نامناسب باتیں کر جاتے ہیں، تو جو اباً مصلحتاً کچھ لوگوں کو ان کی ذاتیاتی سرزنش کر کے ان کی غیرت کو اشتعال دلا کر انہیں یہ باور کرانا پڑتا ہے کہ جیسے آپ حضرات مجمع عام میں ان جلیل القدر شخصیات کی عزتیں اُچھالنے ہیں جس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور بلاریب نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے، تو چلو آپ کا ظرف بھی ماپ لیتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی کتنے طوفان سو سکتے ہیں آپ اس میں!! لہذا جن حضرات پر اُس قبیل سے کچھ بھی الزام ہوں کہ جن کا علاقہ کسی نہ کسی طرح عقائد سے متصل ہو وہ وضاحت طلبی پر تہیدہ اور رنجیدہ نہ ہوا کریں، کیوں کہ جہاں صحابہ کی عزت کا سوال ہو وہاں اپنی نام کی عزت کو قربان کر دینا چاہیے۔ ایسے لوگوں کے لیے دامن کی سیاہی دھونے کا بہترین طریقہ یہ ہے وہ اپنا وضاحتی بیان رجوعی موقف تحریراً تفصیلاً شائع کر دیں یا کوئی مضمون یا جامع تحقیق کتابی صورت میں پیش کر دیں۔ اگر خطابت کی بابت وہ کسی قسم کی زکاوت محسوس کریں تو ہمارے ادارہ سے رجوع کریں!

ان شاء اللہ اہل سنت کی مؤید تحریریں اُن کے شایان شان شائع کی جائیں گی۔

ایک خوش گپی کی تجزی

تفضیلت کو دعویٰ ہے کہ فرشتہ نیتی پر اُن کے سوا اہل بیت رسول (شیخ تن) کی کماحقہ منقبت سرائی کسی فرد بشر کے لیے ممکن نہیں ہے اور صحابہ تو ویسے ہی ان کے موضوع سے خارج ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے آپ کو اہل بیت کا اکلوتا وارث سمجھ بیٹھے ہیں۔ ایسے دعوے اور اس سوچ پر انھیں نظر ثانی کر لینی چاہیے۔ کیوں کہ ایسے خیالات اُن کی صحت کے لیے ہرگز اچھے ثابت نہیں ہو سکتے۔ ایسے خوش خیال حضرات کو ہمارا پیغام ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت و رفعت اور ان کے دفاع کے لیے تو ہم کام کی ابتدا تو کر ہی دی ہے۔ مگر قریب ہم حضرات اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور اُن کے دفاع میں بھی کام شروع کر رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اُن کے معاملے میں غلو کرنے والوں کی بھی صحیح طرح سے خبر لیں گے۔ ہم ازواج رسول، پسران رسول، بنات رسول، عترت رسول، اقربائے رسول وغیرہم من اہل البیت پر باضابطہ اول تا آخر تحقیقی کام منظر عام پر لائیں گے، ان کے دن منائیں گے، ان کے نام کی محافل کرائیں گے، ان کے ناموں سے شعبہ جات کو منسوب کریں گے وغیرہ۔ اگر ایسے کہ ان سب کے بغیر یہ حلقہ قدسیاں نامکمل رہتا ہے۔

اور ایک بات اچھے سے ذہن نشین کر لی جائے! اول تو ہم کسی کو راستہ نہیں دیں گے، لیکن اگر کسی ناہمی یا رافضی نے اس کشمکش کی آڑ لے کر اپنے مطلب کی فضا بنانے کی جسارت کی، تو یاد رکھو! سب سے پہلے ہمارا سنگ بار قلم اُس کی گناہ گار تحقیق کو رجم کرتا نظر آئے گا۔ نہ ہمیں رخص و تفصیل قبول ہے اور نہ خروج و نصب منظور۔ ان دونوں کا استیصال اہل سنت و جماعت کا طریق ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے۔ اللہ! ہمیں اسی پہ موت دے!!

معاویات

”دائر الاسلام“ نے حضرت سیدنا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جملہ موضوعات کو مستقل شعبہ ”معاویات“ قرار دے کر اس مضمون کے تمامی سنی تحریری و تحقیقی کام کو شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ چنانچہ جولائی ۲۰۱۲ء میں ادارہ نے (۱) ”من ہومعاویہ؟“، قاری محمد لقمان کی طباعت سے ”بسم اللہ ہو جی تھی، اور یہ بغیر کسی منصوبہ سازی کے چھپی۔ سال ۲۰۱۳ء جنوری میں ”بجھ اللہ سبحانہ۔ ہمارے اس منصوبہ بند کام کا آغاز کتاب ہذا (۶۳۲) ”دفاع سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ الجواد الجلیل عنہ“ (۲۰۱۳ء) کی طباعت سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ (۷) ”البشارات العالیہ لمن احب سیدنا امیر معاویہ“ معروف بہ ”مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“، مولانا شفق احمد نقشبندی مجددی زید علمہ و عمرہ، کی شان دار اشاعت بھی وقوع میں آچکی ہے۔ اب کے بار تازہ ترین تحفہ جو ہم پیش کریں گے اُس کا نقشہ کچھ یوں ہو سکتا ہے:

- ۸- شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ.....: علامہ ابو محمد سید دیدار علی شاہ قادری محدث الوری
 - ۹- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: محدث اعظم پاکستان مولانا سر دار احمد قادری چشتی
 - ۱۰- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: علامہ الاسلام در ذکر امیر شام: مولانا وکیل احمد سکندر پوری
- یہ رسالہ تاقوت تحریر و ریاضت نہیں کیا جاسکا۔ پہلا نام ”مراۃ القاصف“ ص ۲۳۷ لیا گیا ہے اور باختر مطبع بھجائی، دہلی لکھا ہے۔ جب کہ دوسرا نام پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے فاضل سکندر پوری کے ”رسائل در دفاع“ کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمایا ہے۔

- ۱۱- فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی
 - ۱۲- حیات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: بیہ غلام دہگیر نامی
 - ۱۳- شخصیت جناب امیر معاویہ (اختصار مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ): علامہ شفق احمد نقشبندی
 - ۱۴- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مخالفین کا محاسبہ: مولانا محمد صدیق ضیاء نقشبندی
 - ۱۵- مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا ابوالکرم احمد حسین قاسم حیدری رضوی
 - ۱۶- حضرت علی و امیر معاویہ کے درمیان جنگ کیا تھی؟ (خود اسحاق کرام کی حمایت): علامہ محمد شہزاد قرابی
- یہاں اُن کتب کی فہرست بھی پیش خدمت ہے جو مسلسل چھپ رہی ہیں اور مارکیٹ میں دست یاب ہیں اور انھیں مکرر چھپانے کی چنداں حاجت نہیں، تا آں کہ کسی کی طباعت ملتی ہو جائے:

- ۱۷- دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ: مولانا محمد علی نقشبندی (جلد ۲)
- ۱۸- انارالحامیہ لمن ذم المعادیہ: مولانا محمد نبی بخش حلوائی
- ۱۹- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر: مفتی احمد یار خان نعیمی
- ۲۰- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں: سید محمد عرفان شاہ مشہدی
- ۲۱- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات (صرف اعلیٰ عن مطامع معاویہ بن ابی سفیان): علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی
- ۲۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا مفتی فضل الدین نقشبندی
- ۲۳- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: بیہ محمد مقبول احمد سرور

ان میں بڑے حجم کی کتابیں علاحدہ اور مختصر ضخامت کی مجموعہ کی شکل میں مختلف اداروں سے شائع کروائی جائیں گی۔ ان کے علاوہ (۲۳) القول الرضی: مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی نمبر۶ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نمبر۷ اور (۲۵) علم معاویہ: امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نمبر (۲۶) تظہیر الجنان: علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اردو تراجم جاری ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! یہ صرف مطبوعہ اردو مواد کی فہرست ہے، غیر مطبوعہ کم یا ب اور عدم دست یا ب یا عربی و دیگر زبانوں کی کتب اور اہل سنت کے علاوہ دوسرے مکاتب کے اہل قلم کی نگارشات کی فہرست کا یہاں اندراج نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازاں یونیورسٹی مقالے بھی ہیں، چونکہ اس وقت اکثر جامعات کے مقالات کی فہرست ہمارے رسائی میں نہیں ہیں۔ لہذا کافی معلومات نہ ہونے کے باعث ہم یہاں ان کی تفصیل دینے سے قاصر ہیں۔ ان شاء اللہ العظیم الحظیم کسی اہم مقالے کی اشاعت کے ساتھ وہ سلک و مراد یزیدین شوق قراں بنائی جائے گی۔

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقی بجلی اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

تزکِ رضوی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت پاساں عظمت اہل بیت وکیل اصحاب رسول سیدنا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۳ رسائل در فضائل حضرت امیر المسلمین سیدنا معاویہ رحمۃ اللہ علیہ تصنیف فرمائے ہیں۔ ان رسائل کا آج تک کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ البتہ ان کی نشان دہی آپ کی ذاتی تحریرات سے ہوتی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱- البشرى العاجلة من تحف اجلة (۱۳۰۰ھ)

۲- الاحادیث الراویة لممدح الامیر معاویہ (۱۳۰۳ھ)

۳- عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام

۴- ذب الالهواء الواهیة فی باب الامیر معاویہ (۱۳۱۲ھ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے یہ رسائل اگر عالم کے کسی گوشے میں سلامت موجود ہوئے تو ان شاء اللہ تبارک و تقدس عزت صحابہ کی اس نئی تحریک کے برکت سے ایک دن ہم انھیں نکال لائیں گے اور انھیں پرتپاک طور سے طبع کر کے اہل عالم کے لیے نشر کریں گے۔

ہمارے دوست محترم مولانا حامد علی علیکی زید علیہ و فضلہ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میسر مواد کو ایک مضمون میں ترتیب دے دیا ہے۔ رب کریم کا

کریم عظیم شامل حال رہا تو بہت جلد یہ مضمون طبع ہو جائے گا۔
رضا کے رسائل کی یہ دریافت رضا فردوسی کا دھندا کرنے لیکن ان کے عقائد سے انحراف کرنے والوں کے گھروں میں کھرام بچا دیں گے، جس طرح کہ ”مطلع القمرین“ کی زونہائی نے ان کے آگن میں بل چل بچا دی تھی۔ اَلَا مَن شَاءَ اللّٰهُ۔

استثان باطلہ

حضرت امیر المؤمنین ملک المسلمین سیدنا امیر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب و دفاع میں رسائل کے اس مجموعہ کی اشاعت میں دریغ ذیل احباب نے مرکزی تعاون فرمایا۔

مولانا سید شاہ حسین گریزی صاحب نے حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا ترجمہ چھاپنے کا موقع دیا۔ اور فضیلۃ الشیخ مولانا سید الحق محمد عام قادری رحمۃ اللہ علیہ (بہاؤی) اس کی کیوزنگ فراہم کی اور بیچہ بھی تحریر فرمایا۔ علامہ محمد اعظم سیدی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ پرہادی کے رسالہ کا ترجمہ طبع کرنے کا اذن عطا فرمایا۔ اور جناب عبدالاحد قادری صاحب نے ترجمہ کا قدیم نسخہ فراہم کیا۔

حضرت بھیر سائیں علامہ غلام رسول قاضی زید کریمہ (مرگودھا) نے اپنے رسالہ کو چھاپنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ کے حکم پر برادر طارق سید قادری صاحب نے کیوزنگ بھی ارسال فرمائی۔

مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (جمعیت اشاعت اہل سنت، کراچی) نے نہایت کم وقت میں شاہ محمد حیات سندھی کے رسالہ کا ترجمہ کیا اور مشن و ترجمہ کیوزنگ کر کے بھیج دیا۔

حافظ اعظم عباس شمس پالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی کیوزنگ فراہم کی۔ اور شکلم اسام کزن العلماء سادات الشیخ حضرت اذکر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (امیر ادارہ سرالہ مستقیم پاکستان) نے ۵ جنوری ۲۰۱۳ کو ”شبان امیر معاویہ سنی“ نامی شیعہ کر کے سماہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی میانہ ناموس کی ایک نئی روایت دہائی ہے، جس نے ہم ایسوں کو کام کرنے کا حوصلہ بخلا۔

لنگ نے بھی لکھے ہیں تیرے سے طور کہ اپنے کیے پر پشیمان نہیں (آزادہ) یہ کتاب بھی اسی مبارک موقع کی حشرت دور خشتی کی ارزانی کے لیے شائع کی جا رہی ہے۔

علامہ قادری محمد عثمان قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرحلہ وار شوق اور مشارکت نے بڑا کام کیا۔
غیر اختر حسن محمد زید قادری کو اللہ شاور کئے! انھوں نے ماہِ ادرت کی خواہش پر علامہ مانفہ فقہات احمد قش بندی لکھی امام اللہ علیہ کی کتاب اپنے ادارے ”الغنی جلی کیشز“ کا دور سے چھاپ دی ہے۔ اللہ ہم زد فرمادے!

مقام اہل عرب حضرت راجہ سنج بخش علی بھیری بیٹو راقم: محمد رضا الحسن قادری

مکمل وار ۱۸ ستمبر ۱۴۳۳ھ / ۱۳ جنوری ۲۰۱۳ء مدیر ادارہ الاسلام، لاہور

فہرست رسائل

۱ رسالہ فی فضل معاویہ: شیخ محمد حیات سندھی

۱7 مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہمی سندھی

۲ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ: مولانا عبدالقادر بدایونی

22 ترجمہ: اختلاف علی و معاویہ: علامہ سید شاہ حسین گردیزی

۳ حضرت سیدنا امیر معاویہ کے بارے کیے گئے چند سوالات کے جوابات:

66 علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی

۴ صافیہ لما وقع بین علی و معاویہ: پیر سائیں غلام رسول قاسمی

۵ الناہیہ عن طعن امیر المومنین معاویہ: علامہ عبدالعزیز پرہاروی

137 ترجمہ: معتز ضیہ اور حضرت امیر معاویہ: علامہ محمد اعظم سعیدی

رسالہ فی فضل معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف: علامہ محدث فقیر شیخ محمد حیات سندھی مدنی (متوفی 1163ھ)

مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہمی سندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم -

امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں کہ ہے
تک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللھم علیمہ الكتاب والحساب وقہ العذاب.

اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا

(مسند الامام احمد بن حنبل رقم الحديث: 383/27, 17152)

اور طبرانی نے اوسط میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاویہ
ﷺ کے حق میں فرمایا:

اللھم اھدہ بالھدی وجنبہ الردی واغفر لہ فی الآخرۃ والاولی.

اے اللہ! اسے ہدایت کے طرف رہنمائی فرما، اور ہلاکت سے بچا، دنیا اور آخرت

میں اس کی مغفرت فرما دے (المعجم الاوسط رقم الحديث: 498/1, 1838)

اور طبرانی نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اشھدوا معاویۃ امرکم فانہ قوی امین.

اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔

(المعجم الزخار رقم الحديث: 8, 3507 / 433 مسند الشامیہ رقم الحديث: 2, 1110 / 161)

اسی طرح طبرانی نے اوسط میں کیا ہے: بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے حق میں دعا فرمائی کہ

اللهم عليه الكتاب والحساب ومكنه في البلاد وقه سوء العذاب۔
اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے شہروں کی
حکومت عطا فرما، اور اسے برے ظراب سے بچا۔

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/628/252)

اسی طرح طبرانی نے اوائل میں روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی بارگاہ
میں حاضر ہوئے عرض کی:

يا محمد استوص معاوية فانه امين على كتاب الله ونعم الامين هو۔
یا رسول اللہ! معاویہ کے حق میں وصیت فرمائیے، بے شک وہ اللہ کی کتاب کے
امین ہیں اور عہد دامن ہیں۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 3/3902/73)

اسی طرح طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ان الله ورسوله يحبان معاوية۔
بے شک اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ما جاء في معاوية بن ابي سفيان، رقم الحديث: 9/15923/441)
اسی طرح طبرانی نے عوف بن مالک سے روایت فرمائی ہے کہ بے شک انھوں نے
خواب میں دیکھا کہ معاویہ اہل بیت میں سے ہیں۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/686/307)
اسی طرح طبرانی نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو اہل بیت ضرور کہتے کہ یہ
مہدی نکلا۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/691/308)

اور طبرانی نے مشہور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
قتلاي وقتلي معاوية في الجنة۔
میرے اور معاویہ کے درمیان جنگ کے مقتولین جنتی ہیں۔

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/688/307)

اسی طرح طبرانی نے صحیح، رجال کی سند کے ساتھ ابودرداء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول
اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ کی نماز
کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ (مسند الشاميين، رقم الحديث: 1/282/168)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ (ابن عباس) رضی اللہ عنہ
نے معاویہ کے حق میں فرمایا: بے شک یہ فقیہ (مجتہد) ہیں اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی صحبت
پائی ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية، رقم الحديث: 2/3764/479)
اسی طرح امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان الله يحب هذا منيذرا ولعل الله ان يضلح به يفتن يفتن من المسلمين۔
بے شک میرا یہ بیان سردار ہے اور اللہ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے
مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

(صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب ذكر

مناقب الحسن والحسين، رقم الحديث: 2/3746/476)

پس تحقیق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی
جماعت کے درمیان صلح واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نبی کریم ﷺ کے طرف سے بھی گواہی ہے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت اسلام پہنچا۔

اسی طرح امام مسلم نے روایت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ثم في عارضة علي فزقوا من المسلمين فقتلها أو في الظالمين بالحق۔
مسلمانوں کے تفریق کے وقت دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی
وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، رقم الحديث: 3/423/475)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اقرب الطائفتين من الحق۔

یعنی دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، رقم الحديث: 3/426/476)

پس میں کہتا ہوں کہ قتل کرنے والا گروہ جو تھا وہ جماعت تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
پر فروع کیا تھا اور ہادوسرا گروہ تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی۔ پس یہ ثابت ہوا کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت بھی حق پر تھی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق سے

زیادہ قریب تھی۔

اسی طرح ترمذی نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مُهْدِيًا وَاهِدًا بَدَ.

اے اللہ! معاویہ کو ہادی، مہدی اور ذریعہ ہدایت بنا دے۔

یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سنن الترمذی: کتاب البدایہ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، رقم الحدیث: 43842/526)

اسی طرح ترمذی نے عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: معاویہ کا ذکر بھائی کے ساتھ کیا کرو! میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور اس کو ذریعہ ہدایت بنا دے!

(سنن الترمذی: کتاب البدایہ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، رقم الحدیث: 43843/527)

پس میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم ﷺ کے طرف سے دماغبول ہوئی ہے۔ پس آپ ﷺ نے حضرت معاویہ کے ذکر کو منع فرمایا، مگر یہ کہ بھائی کے ساتھ کیا جائے اور اسی طرح یہ اس کے لیے بھی حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔

امام بخاری نے ام حرام سے روایت فرمائی ہے، آپ فرمائی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

أَوَّلُ جَنِيْشٍ مِنْ أُمَّيِّي يُغَوِّوْنَ النَّبِيَّ قَدْ أَتَوْا جَبُورًا.

میری امت سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔

ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَكَا جَبُورًا؟

کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی؟

فرمایا:

أَتَمَّ جَبُورًا

ہاں! تو بھی ان میں ہوگی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ جَنِيْشٍ مِنْ أُمَّيِّي يُغَوِّوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْلُوقًا لَّهُمْ.

میری امت کا وہ گروہ جو سب سے پہلے شہر قیصر میں لڑے گا اس کو بخش دیا گیا ہے۔

میں پوچھا کہ

أَكَا جَبُورًا يَا رَسُولَ اللَّهِ!

کیا میں اس گروہ میں بھی شامل ہوں گی؟

فرمایا:

نَ.

نہیں۔

(اصحیح البخاری: کتاب الجہاد والسیور باب ما قبل فی قتال عمرو، رقم الحدیث: 22924/253)

دوسری روایت میں ہے کہ یس وہ اپنے شوہر کو لے کر معاویہ بن حسان کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے نکلیں۔ یہ پہلے ہیں جنہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔

(اصحیح البخاری: کتاب الجہاد والسیور باب فضل من یصرع

فی سبیل اللہ فیما یتھو مابعد، رقم الحدیث: 22800/223)

پس اوجہبوا کے قول سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی، نجات، بخشش اور کامیابی مراد ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ معاویہ اور اس کی جماعت جو اس جنگ میں شریک تھے ان سب کے لیے جنت کی گواہی ہے اور یہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا وہ غبار جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے ہزار گنا افضل ہے۔ (روایات الایمان: 3/33)

پس مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ صحابہ سے امیر معاویہ اور ان کے مشن و مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر ہی کرے۔ اور جو صحابہ کا اختلاف مروی ہے مناسب نہیں ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے۔ ان کا یہ معاملہ رحم الراحمین کے پرہیز ہے، سبے شک اسی مہربان اور معاف فرماتے والا ہے۔

تَعَدَّتْ أَلْفَ مَسْأَلَةٍ

اختلاف علی و معاویہ رضی اللہ عنہما

ترجمہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ

مصنف تاج الخول حضرت شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

مترجم: علامہ سید شاہ حسین گردیزی

عنوانات

ابتدائیہ: مولانا سید الحق قادری
استقنا

مخارجین کے تین گروہ

امتدین کے اقوال

حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ

صحابی کا مرتبہ

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟

خون بہا میں تاخیر کا سبب

امام غزالی کا نقطہ نظر

ایک شبہ کا ازالہ

امام شافعی پر اعتراض کا جواب

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم

آخری گزارش

سبب تالیف

الجواب

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق

دونوں گروہ مسلمان تھے

حضرت معاویہ کے لیے دعا

قطعیّت اور ظنّیت میں فرق

خلافت حضرت معاویہ

اختلاف صحابہ

عمر بن عبدالعزیز کا خواب

مولانا جامی پر اعتراض

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے

لعنت یزید

تصدیقات علامہ بدایوں

ابتدائیہ

حضرت تاج الخول محبت رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کا شمار تیرہویں صدی میں برصغیر کے اجلہ علما میں ہوتا ہے۔ اپنے زمانے میں آپ امام وقت، مرجع علماء، افتخار زمانہ، کاروان سنیت کے علم بردار اور قافلہ تصوف و سلوک کے سالار تھے۔

آپ کی ولادت بدایوں کے مشہور عثمانی خانوادے میں ۱۷۱۷ھ / ۱۸۳۷ء کو ہوئی، سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی آپ کے والد ماجد اور حضرت شاہ یحییٰ الحق عبدالنحید قادری آپ کے جد محترم ہیں۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل جد محترم اور والد ماجد کے زیر سایہ طے کیے، معقول و منقول کی اعلیٰ تعلیم استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد عثمانی بدایونی اور استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی کی درس گاہوں سے حاصل کی۔ سند لکھ شین اشبح جمال خلیجی کی سے مکہ مکرمہ میں حدیث سماعت کر کے اجازت اور سند حدیث حاصل کی۔

اپنے والد حضرت سیف اللہ المسلمول سے اخذ بیعت کیا اور آپ کی زیر نگرانی سلوک کی منزل میں طے کیں، تکمیل سلوک کے بعد اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

والد ماجد کے حکم اور اجازت سے مدرسہ قادریہ کی مسند درس و تدریس کو رفتی بخشی، ایک زمانہ آپ کی درس گاہ سے فیض یاب ہوا، حافظ بخاری، سید شاہ عبدالصمد سہروردی اور استاذ العلماء علامہ محبت احمد قادری بدایونی جیسے اپنے زمانے کے اجلہ علما آپ کے تلامذہ و مستفیدین میں شامل ہیں۔

احقاق حق اور ابطال باطل کا چہرہ والد محترم سے ورثے میں پایا تھا، اپنے زمانے میں انھیں واسطے بدعتیہ گئی، گم راہی اور گم راہ گری کے تمام فتنوں کے مقابلے میں مسلک اہل سنت اور عقیدہ حق کی حفاظت و دفاع کا فریضہ ایسے حسن و خوبی سے انجام دیا کہ معاصر علما و مشائخ کی نظر میں آپ کا قرب، آپ سے نسبت اور آپ کی محبت سنیت کی علامت قرار پائی۔ نور العارفین سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری ماہر ہی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”ہمارے دور میں سنیت کی شناخت محبت مولانا عبدالقادر صاحب نسبت ہے، ہرگز

کوئی بدعتیہ ان سے محبت نہ رکھے گا۔“

(تذکرہ نوری، جامعہ مشہور قادریہ ص ۱۲۹، مبنی دارالاشاعت، اہل پور، پاکستان)

عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں آپ کی تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے، جس میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور بعض دنوں غیر مطلوبہ ہیں۔
۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵ء بروز اتوار آپ نے وصال فرمایا، درگاہ قادری مجیدی بدایوں میں والد گرامی کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔

مرتب رسالہ حضرت سید حسین حیدر مثنیٰ میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید ولد ار حیدر ابن سید مقرب حسین) خانوادہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ تھے، سید عالم، واعظ شیریں بیاں، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف اور اپنے خاندان سے کی روحانی روایت کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاج دار مارہرو سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر مثنیٰ تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلماء حضرت احسن العلماء کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چھوڑے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (درج خاندان برکات و ذرائع حضور در)

آپ کے پر پوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول:

”آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج

تھا۔“ (اہل سنت کی آواز، مارہرہ جلد ۶ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قزوینی نے تاج الفحولی کے رسالہ ”سیف الاسلام“ کا رد ”مطرقہ الاسلام“ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قزوینی صاحب کے جواب میں ”مصمما الاسلام“ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اختلاف کو وصیت قرمانی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں۔ (سراج الموعود ص ۲۹، تذکرہ نوری ص ۱۲۹)

آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، ردائض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں زیر نظر رسالہ منظر عام پر آیا۔

یہ رسالہ ”تصحیح العقیدۃ فی باب امیر معلوۃ“ فارسی زبان میں محاربین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، جس کو سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، یہی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہ تاب ہند، میرٹھ سے مارچ ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی چشتی نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ”اختلاف علی و معاویہ“ کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی، کراچی سے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا۔ ۲۰۰۹ء میں تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں نے حضرت تاج الفحول کے چار رسائل کا مجموعہ ”ردوائض“ کے نام سے شائع کیا تھا اس مجموعے میں بھی اس رسالے کو شامل کیا گیا۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالے میں موجود عربی و فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمے پر اکتفا کیا تھا، اس تیسری اشاعت میں عربی و فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمے پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

اس رسالے میں بیان کیے گئے تمام عقائد جمہور اہل سنت کے منتخب عقائد ہیں، انہیں عقائد پر سواد اعظم اہل سنت کی بنیاد قائم ہے، ماضی میں بھی خاتفاہ عالیہ قادریہ بدایوں سواد اعظم کے انہیں عقائد اور اسی مسلک کی مبلغ و ترجمان تھی اور آج بھی اس رسالے میں درج تمام عقائد کی صحت و حقانیت کے اعتراف کے ساتھ اسی مسلک سواد اعظم کی تبلیغ و اشاعت اور ترجمانی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ فالحمد للہ

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اس رسالے کو مفید و نافع اور تاریک راہوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ مصنف، مترجم اور ناشر کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے ان کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

سید الحق قادری

خاتفاہ قادریہ، بدایوں۔ ۶ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الكريم الوهاب، والصلوة والسلام على من اوتى الفضل الخطاب، سيدنا و مولانا محمد الشافع المشفع يوم الحساب، وعلى اله خير ال و اصحابه خير اصحاب و على سائر الاولياء و الاحباب۔

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع نہیں کے لوازمات سے ہے کیوں کہ صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام ﷺ کی احادیث اور خداوند والہ الجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مؤرخین جو سوسے اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور بعض رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوسے عقیدت ہی نہیں ان کے بارے میں استخفاف و ابانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لیے میں نے صرف دین کے درو اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علما اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے جواب لے کر افادہ عام کے لیے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کا خیر کار ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے۔ (آمین)

اور اس رسالے کا نام ”فتح العقیدۃ فی باب امیر المعاونین“ رکھتا ہوں اور ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی و خطا سے باز رہیں گے۔
و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

نقا

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتا

سوال جمہور متحققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت علیہ السلام حضرت زہیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم کرنا لائق التفات دینی اللہ عنہم ان کے لیے لازم ہے یا طعن و تنقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص ان حضرات کی تنقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

محاربین کے تین گروہ۔

جمہور متحققین اہل سنت کے مذہب مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتدہ سے ثابت ہے خاتم اطلاق، الراشدین حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فقہ میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جاتا۔ بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زہیر رضی اللہ عنہ تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور ﷺ کی زوجہ محبوبہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی فرض بدال و قتل نہ تھی بل کہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح و خوش نظر تھی، لیکن اچانک جنگ جھڑپی، ان تین حضرات کا رجوع معتد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے، پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقہ درست نہیں ہے۔ جنگ صلحین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ و عمرو بن عاص ہیں ۱۱۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل و قتل پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہادی کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب انکار ہے۔

۱۔ امام احمدی "تقریب مقدمہ" کو "کاملاً اور جری" مسترد کرتا ہے، میں فرماتے ہیں

"عمرو بن عاص ان دنوں مشہور صحابی ہیں۔ مسیح حدیبیہ اسے سال مسلمان ہوئے۔ دو بار مصر کے حاکم

بنائے گئے، آپ ہی نے مسیح قتل کیا اور وہیں انکسار فرمایا۔"

صحابہ پر انقلابی کا اطلاق :-

ان حضرات پر انقلابی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر انقلابی کا اطلاق درست ہے۔ لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں اس کی تفہیم و تفسیر شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری و لازمی ہے اس لیے شعا و دہن و دماغ جو عداوت سے ہوئی ہو فتنی و عصبانی کو مستحکم نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی رُفِعَ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَالْإِسْكَانِ (میری امت سے فتنہ، دایہ دین کو اٹھایا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطا میں وصف نہیں ہوتا۔ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور ہیں کہ مہذبہ دور میں ان کی خطا کی وجہ سے ان کی شان میں سب اذنی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اخواننا بغوا علیہا لہم رے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی (اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل "احیاء اعلامہ"، "پاوقیت"، "شرح فقہ اکبر"، "مرآۃ" یا شرح مشکوٰۃ"، "مجمع البحار"، "صواعق مرقۃ" اور "فقا" کا طبعی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ دینی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم و مجمل الفاظ ہیں جنہیں تسلیم و منزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر عقائد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور متفہمین حضرات صوفیہ محدثین فقہان اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کبھی کم راہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال :-

یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں:

امام عسقلانی "الترغیب والترہیب" میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابو سعید خدری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ابن صخر بن حرب بن امیہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شہیر اسلم عام الفتح و فات سنة الثین و ثلاثین۔
ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف الاموی ابوسفیان مشہور صحابی ہیں فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ ذرقانی "شرح مواہب" میں حضور ﷺ کے کاتبوں کے اہل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح و کان من المولفة ثم حسن اسلامه و روى عن النبى ﷺ و عنه ابنه معاوية و ابن عباس۔

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، پہلے ذلت و القلوب میں سے تھے، پھر بھترین مسلمان ہو گئے، احادیث رسول ﷺ کی روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔ اور اسی میں ہے کہ

معاوية بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفة صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی و مات فی رجب سنة ستین و قد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتب وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ تقریباً اسی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی تصنیف میں لکھ کر

عن ابن ابی علیہ کة قال اوتو معاویة رضی اللہ عنہ بعد العشاء برکعة و عده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صحب رسول اللہ ﷺ۔

حضرت ابن ابی علیہ سے مروی ہے کہ اہل سنت و جاہلے نے عثمان کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تحریر لکھنے لگے تو انھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا: "انھیں چھوڑ دے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔"

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

انه فقیہ الحدیث۔ (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں)

نواب محمد بن زکی کی روایت سے حضرت عبد اللہ بن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا

صحابی و فقیہ دونا اور آپ پر اعتراض سے نہ کہنا ثابت ہو گیا۔ جیہ اسلام عام محمد نوری قدس سرہ دے
علمائے حاضر و باطن کے اہل میں اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں جو کہ فقہ تصوف میں اپنی نظیر نہیں
رکھتی فرماتے ہیں کہ

اعتقاد اہل السنۃ تزکیۃ جمیع الصحابة و الثناء علیہم کما فی اللہ
سبحابہ تعالیٰ و رسولہ ﷺ و ما جرى بین معاویہ و علی کان
مسألاً علی الاجتهاد۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف و توصیف
کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت
معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ انتہا پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب "الایات والحوادث" میں عقائد اکابر میں مشرک کرام کے
عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کیے ہیں،
آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

المبحث الحادی و الاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین
الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ماجورون و ذلك لانهم کلهم عدول
باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن و من لم یلابسها کل ذلك
احساناً للظن بهم و حملهم فی ذلك علی الاجتهاد فان تلك الامور
مبناها علیہ و کل مجتهد مصیب و ان المصیب واحد و المخطئ
معدوم ماجور قال ابن الانباری لیس المراد بعد انهم ثبوت العصمة
لهم و انما المراد قبول رواياتهم فی احکام دیننا من غیر تکلف
بحث عن اثبات العدائۃ و طلب التزکیۃ و لم یثبت لنا شیء یفدح فی
عدائتہم ففتح علی استصحاب ما کانوا علیہ فی زمن رسول اللہ
ﷺ حتی یثبت خلافہ و لا یثبات الی ما یدکرہ بعض اهل السیر
فان ذلك لا یصح و ان صح فله تاویل صحیح و کیف یجوز الطعن
فی حملة دیننا ففتح لم یأتنا خبر عن نبینا ﷺ الا بواسطتہم
فمن طعن فی الصحابة طعن فی نفس دینہ فیجب سد الباب جملة لا

بینہما الخوض فی معاویہ و عمرو بن العاص و اخریہا و لا یتغنی
الاعتراض بما نقلہ بعض الروافض من اهل البیت من کراہتہم فان
مثل هذه المسئلة نزاعاً دقیقاً و لا یحکم فیہا الا رسول اللہ ﷺ
فانہا مسئلة نزاع بین اولادہ و اصحابہ رضی اللہ عنہم قال الکمال
بن ابی شریف و لیس المراد بما شجر بین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و معاویہ رضی اللہ عنہ المنازعة فی الامارة کما توہمہ بعضهم و
انما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای علی ان
تأخیر تسلیمہم اصوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب امر الامة و
رای معاویہ الی ان المبادرة للاقتصاص منهم اصوب فکل منہما
مجتہد ماجور فلهذا هو المراد بما شجر بینہم۔

اکابر اہل سنت و جماعت میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔
اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عند اللہ ماجور ہیں اور یہ اتفاق اہل سنت
تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور
ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں نہ گمان
کا حساب لیا جائے گا اس لیے کہ ان امور کا نشان حضرت پر عیب جوئی کرنا ہے اور
یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دواجر پائے گا اور مخطئ معذور و ناجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد
نہیں بل کہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے
تکلف میں پڑنے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر
کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو
ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی محبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا
ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لیے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی
ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ
ﷺ سے دین کے کریم تک پہنچانے والوں) پر طعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو

کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع روا نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو کثیر بعض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قلیحا توجہ نہ کی جائے کیوں کہ ان حضرات کا یہ جھگڑا برا رقتی ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور ﷺ کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لیے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال الدین ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و مارت کا اختلاف نہیں تھا بلکہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تخیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا منشا اختلاف یہی تھا۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں:

و اما قتالہ الطلحہ و الزبیر و عائشہ و معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فقد نص الامام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیہ الامساك عن ذلك و جمیع ما شجر بینہم من منازعة و منافرة و خصومة لان اللہ تعالیٰ یزید ذلك من بینہم يوم القيامة كما قال عز من قائل: و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سور متقابلین و لان علیا رضی اللہ عنہ كان علی الحق فی قتالہ لانه كان يعتقد صحة امامتہ علی مابینا من اتفاق اهل الحل و العقد من الصحابة رضی اللہ عنہم علی امامتہ و خلافته فمن خرج عن ذلك و ناصبه حربا كان باغیا خارجا علی الامام فجاز قتالہ و من قاتلہ من معاویہ و طلحہ و الزبیر رضی اللہ عنہم طلبوا ثار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ حق المقتول ظلما و الذین قتلوه كانوا فی عسكر علی رضی

اللہ عنہ فكل ذهب الي تاويل صحيح فاحسن احوالنا الامساك فی ذلك و امرهم الي اللہ عزوجل و هو احکم الحاكمین و خیر الفاصلین و الاشتغال بغیوب انفسنا و تطهير قلوبنا من امہات الذنوب و ظواهرنا من مویقات الامور و اما خلافة معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فثابتة صحيحة بعد موت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بعد خلع الحسن بن علی نفسه من الخلافة و تسليمها الي معاویہ رضی اللہ عنہ لراى راه الحسن رضی اللہ عنہ و مصلحة عامة تحققت له و هی حقن دماء المسلمین و تحقیق لقول النبی ﷺ فی الحسن رضی اللہ عنہ ابني هذا سيد یصلح اللہ بین فتنین عظیمین من المسلمین فوجبت امامتہ بعقد الحسن له فسمی عامہ عام الجماعة لارتفاع الخلاف بین الجميع و اتباع الكل لمعاویہ لانه لم یکن هناك منازع ثالث فی الخلافة و خلافة مذکورة فی قول النبی ﷺ و هو ماروی عن النبی ﷺ تدور رخی الاسلام خمساً و ثلاثین سنة او ستاً و ثلاثین او سبعاً و ثلاثین و المراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین و الخمس سنین الفاضلة عن الثلاثین فهو من جملة خلافة معاویہ الی تمام تسعة عشرة سنة و شهر لان الثلاثین کملت لعلی رضی اللہ عنہ علی ما بینا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف اسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے: و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سور متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کر دیں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آئے سائے جھٹوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیوں کہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل و عقد اتفاق فرما چکے تھے۔

اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قیام اپنی گردن سے اُتار دیا باقی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ غلیظہ ریح حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا۔ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لیے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ انکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لیے یوں سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور رضی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دست برداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوئپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غور و فکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو غم و ریزی سے بچا کر حضور ﷺ کی پیشین گوئی پر پورے اُتر آئے کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت واجب ہو گئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو "عام الجامعت" (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لیے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "اسلام کی جنگی ۳۵ یا ۳۶ سال تک چلتی رہے گی" اس حدیث میں جنگی سے مراد یمن کی قوت ہے اور تیس سال سے پانچ سال جو زند ہیں ان سے حضرت معاویہ کے اثنی سالہ زمانہ خلافت کے پانچ سال مراد ہیں، کیوں کہ تیس سال حضرت علی کی خلافت تک کھلے ہو چکے تھے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة على وجوب الكف فيما سجد بينهم و الامساك عن مساويهم و اظهار فضائلهم و محاسنهم و تسليم امرهم الى الله عز وجل على ما كان و جرى اختلاف على و طلحة و الزبير و عائشة و معاوية رضوان الله عليهم اجمعين على ما قدمنا بيانه و اعطاء كل ذي فضل فضله كما قال الله عز وجل: و الذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا و لاجواننا الذين سبقونا بالايمان و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤوف رحيم۔ و قال الله: تلك امة قد علمت لهما ما كسبت و لکم ما كسبتهم و لا تسئلون عما كانوا يعملون۔ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاصات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحب فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

"اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

"یہ ایک جماعت جو گزریگی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔"

"تذیہ الطالین" میں حضور غوث العظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں

ام ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

جب میرے صحابہ کا ذکر ہوتا تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو!

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و اياکم و ما شجر بين اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدہم ولا نصفہ۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو! تم میں اگر کوئی ایک پیاز جتنا سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پاسکتا بل کہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فمن سبهم فعليه لعنة اللہ۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبی لمن وائی و من وائی من وائی۔

اس آدمی کے لیے خوش خبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی و اختار لی اصحابی فجعلہم انصاری و جعلہم اصفہاری و انہ سیجی آخر الزمان قوم ینقصونہم الا فلا تو اکلہم الا فلا تشاربوہم الا فلا تاکجوہم الا فلا تصلوا معہم و لا تصلوا علیہم علیہم حلت اللعنة۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو، پس انہیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا، مگر قریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار! ان کے ساتھ کھانا چنانہ کرنا، خبردار! ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار! ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہوگی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

لا یدخل النار احد من بايع تحت الشجرة۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اطلع اللہ علی اهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا: تمہیں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اب جو چاہو کرو!

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

اصحابی کالجموع فباہم اقتديتم۔

میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بربکھ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارحی جعل شیعاً لاهل تلك الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شیخ ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحاب رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہل ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شافعی فرماتے ہیں کہ

و من توفیره علیہم و برہ توفیر اصحابہ و برہم و معرفة حقہم و

الاقتداء بہم و حسن الثناء علیہم و الامساك عما شجر بینہم و

معاداة من عاداہم و الاضراب عن اخبار المؤرخین و جہلۃ الزوفا و

ضلال الشیعة و المنۃ عین الفادحة فی احد منہم و ان یلمس لہم

فیما نقل من مثل ذلك فیما کان بینہم من الفتن احسن التاویلات و

یخرج اصوب المخارج انہم اهل لذلك و لا یذکر احد منہم یسوء

و لا یغمض علیہ امر ابلی یدکر حسناتہم و فضائلہم و حمید سیدہم

و يسكت عما وراء ذلك كما قال: اذا ذكر اصحابي طامسكو۔

حضرت علیؓ کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی ابتدا کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف و توصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مؤرخین کے اقوال گم راہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سرو پا روایتوں سے اجتناب کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کر کے بل کہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو! آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافي ابن عمران ابن عمر بن عبد العزيز عن معاوية فغضب و قال لا يقام باصحاب النبي ﷺ احد معاوية صاحبه و صهره و كاتبه و امته على و حية الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیوس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں، رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں، کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللہ عنہ کان هو المصیب الحق و الطائفة الاخری اصحاب معاوية كانوا بغاة مناولین و فیہ التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان و لا یفسدون و هذا مذهبنا و مذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علیؓ حق و صواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں

گروہ مومن ہیں اور اس جدال و قتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور قاسم بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

و اعلم ان الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخله في هذا الوعيد و مذهب اهل السنة و الحق احسان الظن بهم و الامساك عما شجر بينهم و تاويل قتالهم و انهم مجتهدون متاولون لم يقصدوا معصية و لا محض الدنيا بل اعتقد كل فريق انه الحق و مخالفه باغ فوجبت عليه قتاله ليرجع الي امر الله و كان بعضهم مصيباً و بعضهم مخطئاً معذوراً في الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطا لا اثم عليه و كان على رضي الله عنه هو الحق المصيب في تلك الحروب هذا مذهب اهل السنة۔

جاننا چاہیے کہ وہ فوجیں ریزی جو صحابہؓ کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال و قتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لیے نہیں کیا بل کہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک پر اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تا کہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے، لیکن معذور فی الخطا تھے اس لیے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علیؓ کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ”یا عمار فقتلک فئمة الباغیة“ (اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

قال العلماء: هذا الحديث حجة ظاهرة فی ان علیاً کان محققاً مصیباً

و الطائفة الاخرى بغاية لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قد
منه في مواضع۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور
دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چون کہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس
لیے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی
ہے۔

علامہ زرقاتی شرح مواہب میں تو غیر صحابہ اور جاہل سوزنہین کی حقوق روایات طعن و تشنیع
سے عدم التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاويلات
و هو ان كلا اداه اجتهاده الي ان الحق ما فعله فتعين عليه و ان كان
اخطاء كما عاوية مع علي فانه مصيب باتفاق اهل الحق و معاوية
ما جور و ان اخطا۔

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں
اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا مگر چاہے اس میں غلطی بھی
ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حال اس کے یہ اتفاق
اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود
عند اللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقاتی اسی شرح مواہب میں حضور ﷺ کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:
منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى و تعديله عليه السلام
لظواهر الكتاب نحو: محمد رسول الله و الذين معه الآية، و السنة
فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانباري و غيره و اشار اليه بقوله
فلا يبحث عن عدالة احد منهم في شهادة و لا رواية كما يبحث عن
سائر الرواة و غيرهم لانهم خير الامة و من طرد منهم قاذح كسرقه
و زنا عمل بمقتضاء و لكن لا يغسقون بما يغسق به غيرهم كما
ذكره جلال المحلي في شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم و

شهاداتهم و لو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدھا۔

تمام صحابہ تعدیل الہی اور تعدیل حضور ﷺ کے ساتھ عادل ہیں جس کا ثبوت ظواہر
کتاب و سنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد رسول الله و
الذين معه الآية، تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الانباری نے اس
طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت
اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ یہ خیر الامت ہیں اور جن
حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضائے بشری پر معذور کیا
جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں
کہا جا سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین خلکانی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے
افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے
کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے:-

علامہ زرقاتی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح والی حدیث کی
شرح میں لکھا ہے کہ

و فيه انه لم يخرج احد من الطائفتين في تلك الفتنة بقول او عمل عن
الاسلام اذ احدهما مصيبة و الاخرى مخطئة و كل منهما ماجور۔

اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج
ہوا، مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا غلط تھا اور دونوں ہی اجرو ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ:-

علامہ ترمذی نے شرح بخاری باب علامات النبوة میں حدیث و لعل الله بصلح به فتنين
من المسلمين (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے
گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

فتنيتي اي الطائفتين طائفة معاوية بن ابي سفيان و طائفة الحسن و
كانت اربعين الفا يابعوه على الموت و كان الحسن احق الناس لهذا

الامر لدعاه ودرعه الى ترك الملك رغبة فيما عند الله و لم يكن ذلك لعلية و لا لقلّة و قوله من المسلمين دليل على انه لم يخرج احد من الطائفتين في تلك الفتنة من قول او فعل عن الاسلام اذ احدى الطائفتين مصيبة و الاخرى مخطئة ماجورة۔

تسین سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے، جنہوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اُن کے ورع و تقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انہیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کم زوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی فوجاً اور فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا فاسق ہے، لیکن عند اللہ دونوں باجور و مشاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لیے دعا:-

حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اے اللہ! تو ان کو ہدایت دے دے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے!“

اس حدیث کی شرح کے ضمن میں امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارتباب ان دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن كان هذا حاله كيف يوثق في حقه۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ:-

نبی - علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ

سئل لابن المبارك ايهما افضل معاوية او عمر بن عبد العزيز فقال الغبار الذي دخل في انف فرس معاوية مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم خير من مثل عمر بن عبد العزيز كذا كذا مرة۔

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔

فضیلت اور غلیظت میں فرق:-

بزرگد اہب میں ہے کہ

اجمع اهل السنة و الجماعة على وجوب تعظيم الصحابة و الكف عن ذكرهم الا بخير لما ورد من الآيات و الاحاديث في فضائلهم و مناقبهم و وجوب الكف عن الطعن فيهم عموماً۔

اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لیے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں، ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما نقله ارباب السير في بعضهم كمعاوية و عمرو بن العاص و مغيرة بن شعبه و غيرهم رضي الله عنهم بغض عنه و لا يسمع اذ فضل صحبتهم مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم قطعي و ما نقل ظني فلا يزاحم القطعي و ايضا فقد قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذكر اصحابي فامسكوا و الواجب على كل من سمع شيئا من ذلك ان يلبث فيه و لا ينسبه الى

برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن علیہ السلام کا خلافت سے دست بردار ہونا اضطرابی نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب ہوئی اور لعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زنی خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر لعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق مرقہ" میں فرماتے ہیں کہ

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ان ماجرى بين علي و معاوية من الحروب فلم يكن لمنازعة معاوية لعلي رضي الله عنه في الخلافة للاجماع علي حقيقتها لعلي فلم تهيج الفتنة بسببها و انما هاجت بسبب ان معاوية و من معه طلبوا من علي تسليم قبلة عثمان رضي الله عنه اليهم لتكون المعاوية ابن عمه فامتنع علي ظنا منه ان تسليمهم اليه على الفور مع كثرة عشائره يؤدى الي اضطراب و تولزل في امر الخلافة۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت معاویہ علیہ السلام کے مابین جوڑا لیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ اختیاقی خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بل کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ علیہ السلام، حضرت عثمان علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہوئے کی حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے، حضرت علی انھیں پر د کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظام حکومت بد و بالا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق مرقہ" کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ايضا ان معاوية رضي الله عنه لم يكن في ايام علي رضي الله عنه غاية اجتهداه له اجران اجر واحد و اما علي رضي الله عنه فكان له اجران اجر علي اجتهداه و اجر علي اصابته بل عشرة اجور۔

احدهم لمجرد رواية في كتاب او سماعة من شخص بل لا بد ان يبحث عنه حتى يوضح عنده نسبتته الي احدهم فحينئذ الواجب ان يلتزم لهم احسن التاويلات اصول المنازع اذهم اهل للثبوت و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله معامل و تاويلات۔

ارباب سیر نے حضرت معاویہ علیہ السلام، حضرت عمرو بن عاص علیہ السلام اور حضرت مغیرہ بن شعبہ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لیے کہ ان کی فضیلت صحبت مع النبی ﷺ اعلیٰ ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سنانے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و غوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویل میں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟

اسی طرح صاحب بحر امداد اب احمد دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ فتلیخص ان معاوية رضي الله عنه لم يكن في ايام علي رضي الله عنه خليفة و انما كان خليفة حق و امام صدق بعد علي رضي الله عنه عند تسليم الحسن رضي الله عنه امر الخلافة له و ان هذا التسليم لم يكن اضطرابا بل اختياريا و انه لم يستحق الشين و الطعن و لا يباح له السب و اللعن فالطاعن فيه مطعون طاعن في نفسه و دينه۔

حضرت معاویہ علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بل کہ حضرت علی علیہ السلام کی وفات اور حضرت حسن علیہ السلام کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ انھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بل کہ دس اجر میں گے۔

خلافت حضرت معاویہ:-

”صحیح بخاری“ کی دو حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی، جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں گے: درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی ”صواعق محرقہ“ میں فرماتے ہیں:

فكان توجيهاً له عليه السلام لوقوع الاصلاح بين الفئتين من المسلمين فيه دلالة على صحة ما فعله الحسن رضي الله عنه و على انه مختار فيه و على ان تلك الفوائد الشرعية و هي صحة خلافة معاوية فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية من حيثئذ و انه بعد ذلك خليفة حق و امام صادق كيف و قد اخرج الترمذي و حسنه عن عبد الرحمن بن ابي عميرة الصحابي عن النبي ﷺ انه قال لمعاوية اللهم اجعله هادياً مهدياً و اخرج احمد في مسنده عن العرياض ابن سارية سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و فيه العذاب فتأمل دعاء النبي ﷺ في الحديث الاول بان الله يجعله هادياً مهدياً الحديث حسن فهو مما يحتاج به على فضل معاوية و انه لا ذم يلحقه بتلك الحروب لما علمت انها كانت بغية على اجتihad لان المجتهد اذا اخطأ لا يلام عليه و لا ذم يلحقه بسبب ذلك لانه معذور و لذا كتب له اجر و مما يدل بفضله ايضاً الدعاء له في الحديث الثاني و لا شك ان دعاءه ﷺ مستجاب فعلمنا منه انه لا عقاب على معاوية فيما فعل بل له الاجر كما تقرر و قد سمي النبي ﷺ فئة مسلمين فدل على بقاء حرمة الاسلام و انهم فئتان

على حد سواء فلا فسق و لا نقص يلحق احد بهما لما قررناه و فائدة معاوية و ان كانت باغية لكنه بغى لا فسق۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوتا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرار دیا ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی عسیر و حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہم اجعله هادياً مهدياً (اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی سند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عریاض ابن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو ہدایت سے بچا!“

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیوں کہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر مقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے دعا فرما رہے ہیں اور دعائے رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں فئتين من المسلمين کا لفظ ہے جو ان کے اسلام کی بنا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علاحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا، لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔
علامہ ابن حجر مکی "صواعق مخرقة" میں فرماتے ہیں:

واما ما يستحب به بعض المعتدعة من سبه و لعنه فله فيه اسوة اى اسوة
بالشيخين و عثمان و اكثر الصحابة فلا بلغت لذلك و لا يقول عليه
فانه لم يصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم الله و خذلهم اقص
اللعنة و الخذلان و اقام على رؤوسهم من سيوف اهل السنة ما
وضح الدلائل و البرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ "جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت
تکبھی اس کے لئے طریقہ ہے۔" یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے
ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ ایسی باتیں اکثر جہا کرتے ہیں۔ ایسے
لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی
تکواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب:-

علامہ ابن ہمام "مسارۃ" میں فرماتے ہیں:

و ما جرى بين معاوية و علي رضي الله عنه كان مبنياً على الاجتهاد
و لا منازعة من معاوية اذ ظن علي رضي الله عنه ان تسليم قتلة
عثمان مع كثرة عشائره و اختلاطهم بالعسكر يؤدى الى
اضطراب امر الامامة خصوصاً في بدايتها و التأخير اصوب الى ان
يتحققوا التمكن منه و يلتقطهم فان بعضهم عزم على الخروج على
و قتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان على ما نقل
في القصة من كلام الاشتر النخعي ان صح۔ والله اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں،
اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ تا تلان عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور
فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کارروائی سامنے آتی ہے تو اس سے

نظام خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لیے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ
ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیوں کہ اکثر شخص سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل
کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علاحدہ ہو جائیں تو ان
لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلاف صحابہ:-

"شرح عقائد سنی" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ

و ما وقع من المخالفات و المحاربات لم يكن من نزاع في خلافة بل
عن خطأ في الاجتهاد۔
ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ اختلاف خلافت میں نہیں تھیں بل کہ خطا سے
اجتہاد کی تھی۔

علامہ ضیائی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله بل عن خطأ في الاجتهاد فان معاوية و حذابه بغوا عن طاعته
مع اعتراضهم بان افضل اهل زمانه و انه الاحق بالامامة بشبهة هي
ترك القصاص عن قتلة عثمان رضي الله عنه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے
باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حق دار ہیں قاتلین عثمان سے
قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کر دی۔

علامہ قاری "شرح فقہ اکبر" میں لکھتے ہیں:

لا تذكر الصحابة الا بخير يعني و ان صدر من بعضهم بعض مافي
صورة شر فانه اما كان عن اجتهاد او لم يكن على وجه فساد من
اصرار و عناد بل كان رجوعهم عنه الى خير معاويةا على حسن
الظن بهم بقوله عليه السلام: خير القرون قرني۔ و بقوله عليه
السلام: اذا ذكر اصحابي فامسكوا و لذا ذهب جمهور العلماء الى
ان الصحابة كلهم عدول قبل قتلة عثمان رضي الله عنه و علي رضي

اللہ عنہ وکذا بعدہما و لقولہ علیہ السلام اصحابی کالتحجۃ بایہم
اقتدیتم اعدیتم۔ رواہ الدارمی وابن عدی وغیرہما۔ قال ابن دقین
العید فی عقیدتہ ما نقل فیما شجر بیہم و اختلفوا فیہ فممنہ ما ہو
باطل و کذب فلا یلغی الیہ و ما کان صحیحاً اولئک تاویلا حسنا
لان الثناء علیہم من اللہ سابق و ما نقل من الکلام اللاحق محتمل
للتاویل و المشکوک و الموهوم و لا یبطل المحقق و العلوم۔

صحابہ کا ذکر خبری کر دیا اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو یہ ظاہر نظر آتی ہیں
تو وہ یا تو اجتہاد کی قیبل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد خدا و خدا کیسے بل کہ
ان حضرات سے حسن ظن کی بنا پر خبر پر محمول کرنا چاہیے کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد
گرامی ہے کہ ”سب سے بہتر زمانہ میرا ہے“ اور مزید ارشاد فرمایا کہ ”جب میرے
صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو“ اسی لیے جمہور علما کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتل
عثمان اور اختلاف علی و معاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور ﷺ کا
ارشاد ہے جسے داری اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ”میرے صحابہ ستاروں کی
مانند ہیں تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔“ علامہ ابن
دقیق العید فرماتے ہیں کہ ”مشاہرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک
باطل اور جھوٹ، یہ تو قابل اعتنائی نہیں اور دوسری سچ روایتیں، ان کی اچھی اور
مناسب تاویل کرنی چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف و توصیف فرما چکا
ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابل تاویل ہیں اس لیے
کہ محقق و معلوم کو شکوک و موهوم چیز باطل نہیں کر سکتی۔

ما علی قاری ”شرح فقہ اکبر“ میں فرماتے ہیں:

و اما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرۃ علی رضی اللہ
عنه و الخروج معه الی المحاربة و من محاربة طائفة منهم کما فی
حرب الجمل و الصفین فلا یدل علی عدم صحة خلافته و لا علی
تضلیل مخالفیہ فی ولائہ اذ لم یکن ذلک عن نزاع فی حقیۃ امارتہ
بل کان عن خطاء فی اجتہاد ہم حیث انکروا علیہ ترک القوم من

قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ و المخطی فی الاجتہاد و لا یضلل و لا
یفسق علی ما علیہ الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد و نصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے
ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل و صفین میں ہوا تو اس چیز
سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گم راہی ثابت
ہوتی ہے کیوں کہ اختلاف و نزاع آپ کی امارت و خلافت کے حق ہونے میں نہیں
تھا بل کہ اختلاف قاتلان عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی
اختلاف اجتہادی تھا، لہذا معتد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو گم راہ کہا
جائے گا نہ فاسق۔

اسی ”شرح فقہ اکبر“ میں ہے کہ

و قد کان امر طلحة و الزبیر خطاء غیر انہما فعلا ما فعلا عن اجتہاد
و کان من اهل الاجتہاد فظاہر الدلائل توجب القصاص علی قتل
العمد و استیصال شان من قصد دم امام المسلمین بالاراقۃ علی
وجه الفساد فاما الوقوف علی الحاقی التاویل الفاسد بالصحیح فی
حق ابطال المؤاخذۃ فهو علم خفی لاز بہ علی کما ورد عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا ینک تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التمزیل و
قد ندما علی ما فعلا و کذا عائشۃ رضی اللہ عنہا ندمت علی ما
فعلت و کانت تبکی حتی تبیل خمارها ثم کان معاویۃ رضی اللہ عنہ
مخطئاً الا انه فعل ما فعل عن تاویل فلم یضر بہ فاسقا و اختلف اهل
السنة و الجماعة فی تسمیۃ ہذا لہم منهم من امتنع من ذلک و
الصحیح قول من اطلق لقولہ علیہ السلام لعمار: تقعلک القنۃ الباغیۃ۔
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے جنگ کرنا تھا تو خطا گروہ
حضرات مجتہد تھے، انھوں نے جو کیا اپنے اجتہادوں بنیاد پر کیا۔ کیوں کہ دلائل شرع کا
ظاہر قتل عمد پر قصاص کو واجب قرار دیتا ہے۔ نیز اس بات کو بھی واجب قرار دیتا ہے
کہ جس نے قتلہ خدا کے ذریعے امام المسلمین کا خون بہانے کی جرأت کی اس کے

فئے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ یہ آگاہی کہ تاویل فاسد مواخذہ (دنیا) اٹھ دینے میں (عند الشرع) تاویل صحیح کے مساوی ٹھہری ہے تو یہ وہ علم خفی تھا جو حضرت علی کے حصے میں آیا تھا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ ”تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے“ چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کہے پر نام تھے اور حضرت عائشہ بھی ہچکتی تھیں اور اتنا دوشیں کہ وہ پتہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ غلطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وجہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ”تکمیل الایمان“ میں فرماتے ہیں:

و نکلف عن ذکر الصحابة الا بخير ردش اهل السنة و جماعت آنست کہ صحابہ رسول و اہل خیر یا دخی کند لعن و سب و شتم و اعتراض و انکار بر ایشان عند و بالایشان بہ راہ سوی ادب نرود از بہت لگاؤ داشت صحبت آں حضرت ﷺ و ورود فضائل و مناقب ایشان در آیات و احادیث گویا۔

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوے ادبی نہ کی جائے، کیوں کہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و حدیث میں بہ کثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی از ایشان مشاجرات و محاربات و تفہیم در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آں اخبار از ازاں اغماض و رزد و تقاضا نقل کنند و گفتند نہ گفتند و شنیدہ نہ شنیدہ و انکار و رد و پرا کہ صحبت ایشان با پیغمبر ﷺ نامعنی است و لعن ہای دیگر طعن و طعن ہاں رضی گروہ یقین بہ ظن متروک و گروہ و باہلجہ سرحد دار السلام و سہ ہا معاویہ و عمرو بن العاص و غیرہ بنی شعبہ و اشیاء و امثال ایشان است

ہر کہ بہ راہ اتباع مشائخ سنت و جماعت او گو کہ زبان را از سب و لعن ایشان بر بندد و اگرچہ بہ بہت تصور بعضی امور کہ قدر مشترک از ازاں بسرحد تو اتر رسیدہ است باطن را کہ دورتی و خاطر را وحشی دست بہ باوجود اسلامت و راغماض و کف از ہیئت دست و آزار آردہ است کہ در غزوہ و صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر مظلوم اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران بر حال وی ترحم آورد و گفت سبحان اللہ من می دانم کہ وہ مسلمان بود و مسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال دے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وہی بنو مسلمان است و باہلجہ بے لعن و راایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از ازاں یہ خصوص قرآن ثابت است و لا بدعت و فتن بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات و محاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی مضمول ہے اس میں اول تو تحقیق و تفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیوں کہ ان حضرات کی صحبت مع الہی نشینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دار السلام پر آباہ حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تو اتر کو کچھ بھی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت و جماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آگیا اور کہنے لگا: سبحان اللہ! میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن و طعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے خلاف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر شہادت لگائی جائے معاذ اللہ عن ذلک ان کی طہارت یہ خصوص قرآن سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت و فتن ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

والبعد از وی علی مرتضیٰ خود متعین بود پس دے کرم الله وجهہ بہ! اجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق و امام مطلق شد و نزاع و خلافتی کہ از مخالفان در زمان خلافت وی بہ وجود آمد نہ در افتخار خلافت و حق امامت بود بل کہ ناشای آں لہی و خروج و خطا و اجتہاد کہ قبیل عقوبت ۱۳۱۱ھ میں عثمان باشند بود پس معاویہ و ماکثر بر آں آمدند کہ زود عقوبت باہر کردہی و صحابہ دیگر چتا غیر آں رفتند۔

شجاعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حق دار ہونے کی بنا پر) خود بہ خود خلیفہ متعین ہو گئے۔ آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دور خلافت میں ہوا وہ اختلافات خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بل کہ اس بغاوت و خروج کا منشا اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو قوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث ”روضة الاحباب فی سیرۃ النبی والاہل و الصحابہ“ میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نمائند کہ مخالفت و مخالفت کہ میان بعضی از صحابہ واقع شدہ نزاع اہل سنت و جماعت محمول براین است کہ عن اجتہاد بود لائن نفسانیت و ہمہ آں با قابل تا دیات و محال صحیحہ است و بر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل قویم و تاویلے مستقیم باشند گویم اس مخالفت و مخالفت منقول سے از ایشان بہ طریق اخبار آحاد و اکثر آں با اضعاف و جائزۃ الکذب است و ملاحیت محارفہ بہ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ مشہورہ نہ اور پس سزاوار آں است کہ بہ سبب آں اخبار جہارت بہ طعن اصحاب جناب نبوت مآب کہ آں طعن موجب جہارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب و سنت بہ اخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید و از تعدیات و تعدیات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ بر حذر باشند۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت و مخالفت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بل کہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و مخالفت) کی تمام روایات تا دیات محال صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی

ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی، لیکن میں کہتا ہوں: اول تو یہ باتیں بہ طریق اخبار آحاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیات قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار و روایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ ان حضرات پر طعن و تشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر بھیبتوں کی خبروں سے کتاب و سنت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو عقیدے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابو الفضل توربشتی ”المعتمد فی المنقذ“ میں تو قیر صحابہ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

وآں چہ ہم دین عموم مسلمانان است آنت کہ بہ نظر تعلیم بہ ایشان نگزید و بیچ حال زبان طعن و در ایشان دراز نکند کہ رسول اللہ ﷺ امامت را ازیں قبیضہ کبیر کرد و است و گفتہ از خدا تر سید در حق اصحاب من پس از من ایشان را نشانہ تکبید کہ بدان خدائے کہ در رائے جان محمد است ﷺ کہ اگر کسی از شما مثل کوہ احد ز خرچ کند یعنی در راہ خدا نیک مدد طعی کہ کیے از ایشان خرچ کردہ باشند نزد بہ ہمہ آں، و شیطان از طریق ہوا و تعصب مردم را تسویل کند کہ خصوصت ایشان مع بعضی از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است چہ ایشان بعد از رسول ﷺ سیرت بگردانید و ہایک دیگر منازعت گردید نہ بجائے رسید کہ خوں ہارین شد و اس مسلمان کہ بدیں قبیضہ ہاجتلا گشتہ است اول ہاید کہ بداند کہ از ایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیاء کہ معصوم اند بل کہ خطا برایشان روا بود اگرچہ خدا تعالیٰ ایشان را بہ شرف صحبت خیر علیہ السلام گرامی کردہ بود بل کیے از ایشان چون در گناہے افتادے مصر نشدے و زود با حق گردیدے و بداند کہ مذہب اہل حق آنت کہ بدند بہ گناہ کا فر نشود و وکیل آں بعد ازیں گفتہ شود و چون کا فر نشود و ضرورۃ مومن باشند و سبب فساد اہل ایمان روا نیست کیلف صحابہ کہ باری تعالیٰ بر مردم ایشان ثنا گفتہ است و رسول ﷺ بہ حفظ و حرمت ایشان وصیت فرمودہ و از دقتہ در ایشان زجر بلایع کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیز ہائیدہ اشو کہ ذکر

آں نیکو باشد شہیدان ایشان را بہ بدی یاد مکنید کہ حق تعالی بہ برکت صحبت من آں بار از ایشان در گزارند و در آں باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لیے لازمی ہے کہ صحابہ کرام کو پہ نظرِ عقلم و یکھیں اور کسی حال میں بھی ان انھوں قدس کے سلسلے میں زبانِ درازی نہ کریں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ سے اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کروؤ بھی اس اجر و ثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا قہار جو میرے صحابہ کو حاصل ہے۔“ شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابہ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آگیا تھا آپس میں جنگ کی، خون ریزی کی، مسلمانوں کو قتلے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہہ برکف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصب نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہو سکتی ہے، لیکن رسول اللہ کے شرفِ صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عن قریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب دشمن کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عزت و حرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا: میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا، لیکن تم لوگ ان پر نگاہ نہ کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطہ نظر:-

امام غزالی کہتے ہیں ”کیا یہ سعادت“ میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

پس بہ آخر ہمہ رسول بار علیہ السلام بہ خلق فرستاد و نبوت وی بہ درجہ کمال رسانید کہ کچھ زیادت نہ رہا پس راہِ نبوت اپنی است اور اخلاص انبیا کر کہ بعد از وی کچھ غیر ناپائید و بعد خلق را از جن و انس بہ متابعت اور مود و نور و ہدایت فہر ان کرانید و یاران و اصحاب اورا بہترین یاران و اصحاب دیگر پیامبران کر و صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور مقام نبوت میں وہ لیل عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور خاتم الانبیا بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ تمام جن و انس کو آپ کی اطاعت و مطاعت کا حکم دیا گیا اور تمام مہمندیوں کا سر دار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبد العزیز کا خواب:-

نیز امام غزالی کہتے ہیں ”کیا یہ سعادت“ میں احوالِ مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز منگوید رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خواب دیدم یا ابو بکر و عمر نہ تھے چوں پہ ایشان نشستہ ناگاہ علی و معاویہ را بیا اور دند و درخانہ فرست دند و در بستند و وقت علی را دیدم کہ بیرون آمد و گفت قطعی لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرا تھا دند پس بروی معاویہ بیرون آمد و گفت غفور لی و رب الکعبۃ مرا تیر غفور کردند و پیامبرزیدند۔

عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضری ہوا تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علیؓ ظہار آئے اور فرمایا: قطعی لی و رب الکعبۃ (واللہ! امیر الحق ثابت ہو گیا) پھر حضرت معاویہؓ ظہار آئے اور فرمایا: غفور لی و رب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خدا کا کام یہ کہ حضرت معاویہؓ نے خطا پر دندنے کے باوجود معذور رہ کر بصورت

اہلِ ملت کے نزدیک خطا سے استغاثہ کی وجہ سے ناجور و مشاب ہیں۔ اس باب میں مولانا کی باتیں اور کہنے بہہ بہہ۔ اُمرانِ حق اس کو تسلیم بھی کریں تو بھی حضورؐ کی شرفِ محفل

اور حضور ﷺ کے وعدہ کے مطابق صحابہ کرام کی خطائیں بخش دی گئیں اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:-

اگر کوئی یہ کہے کہ ”تحفہ اثنا عشریہ“ (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ) میں روایتیں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

سوال: جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و مقلب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

جواب: اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے، مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطائے اجتہادی ہوئی تھی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں شاہ صاحب کا مخاطب فرقہ مخالف سے ہے۔ اس لیے اسے مبنی برتزل سمجھا جائے گا، ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”ازلیہ الٹھا“ کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ”ازلیہ الٹھا“ میں فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ مجتہد قطعی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔ اس پر قصہ اہل قبل کی طرح میزبان شرع میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد رہندی نے اپنے ”مکتوبات“ میں جو قول نقل کیا ہے، شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد رہندی نے اپنے ”مکتوبات“ میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ”مکتوبات“ جلد ۱ مکتوب نمبر ۱۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا

چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحاب و اختار لی منهم اصهاراً و انصاراً فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ و من اذانی فیہم اذادہ اللہ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لیے مددگار اور رشتہ داری کے لیے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف دی اللہ تعالیٰ اسے اذیت و تکلیف دے گا)

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من سب اصحابی فعلیہ لعنة اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)

ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انکروا زعمی اخرجواہم علی اصحابی (میری امت کے شر پر ننگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرات کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو کوئی چیز پر محمول کرنا چاہیے اور معاویہ کوں پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیوں کہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقابلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چوں کہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لیے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آدمی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور مصنفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابو عکرمہ سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ ”اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے، لیکن یہ خطا خطائے اجتہادی تھی۔“ شیخ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ”اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ”یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا۔“ اس قول

میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علمائے اہل سنت کی کتابیں اس خطا کے خطائے اجتہاد کی ہونے پر شاہد ہیں جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر جیسے نے بھی عراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تحلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شافعی فرماتے ہیں کہ ”جو شخص صحابہ رسول مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمر ابن عاص میں سے کسی ایک پر سب و شتم کرے یا ان کی تحلیل و تکفیر کرے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اگر اسے کرام پر سب و شتم کرے تو اسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بل کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جب کہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ حنین پر پانچواں) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرات وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں نجس ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جو استعمال کیا ہے اور کہا ہے: کان اماماً جائزاً اس سے مراد وہ جو نہیں جس کا معنی فسق و ملامت ہے بل کہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت مت خلاف مقصود، الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیوں کہ امام ابن حجر کی ”صواعق محرقة“ میں لکھتے ہیں: قد صحح الله كان اماماً عادلاً في حقوق الله سبحانه وفي حقوق المسلمين۔ بے شک وہ حقوق الہی اور حقوق مسلمانین میں امام عادل تھے۔

(ترجمہ)

مولانا جامی پر اعتراض۔

حضرت شیخ احمد ربندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

مولانا عبدالرحمن جامی رحمہ اللہ اس خطا کو خطائے منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے، اہل خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ ”اوستحق لعنت است“ (یعنی لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ لہذا اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”اے اللہ! انہیں کتاب و حکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ!“ ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: ”اے اللہ! انہیں ہدایت یافتہ اور جہالت دینے والا بنانا“، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً مقبول و منظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سبب و سبب کی بات ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے ”اس صحابی دیگر“ (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کیے یہ بھی مولانا کی ناخوشی و اہمیت کو رہے ہیں وَبَنَّا لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (ترجمہ)

امام شافعی پر اعتراض کا جواب۔

آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شافعی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔ ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چوں کہ امام شافعی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لیے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر کرتے۔ امام شافعی کے معاصر حضرت امام مالک رحمہ اللہ جو تابعی اور اعظم علمائے مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب و شتم کرتے، ان کو مذہب انھیں سمجھتے ہیں۔ اگر یہ

حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب و شتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کہاڑ میں شمار کرتے تھے ورنہ ظلم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (زجر مخلصا)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے۔

اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بل کہ کم و بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر و فاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دست بردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جہل و کفر سے دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین متین کا ابطال ہوتا ہے۔

اے برادر! اس فتیہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرو ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور مہر کہ صفین پر پانچواں

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بل کہ حضرت علی سے مطالبہ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالغور سہلی نے مجدد باقر اول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالغور سہلی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اذا ملكك الناس فافق بهم۔ (جب تو لوگوں پر عالم ہو چائے تو نرمی سے پیش آنا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی، لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھے کیوں کہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تھا۔ امام غزالی اور ابوالغور سہلی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد ربندی فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں تطابقی و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشا اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) یہ ہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دور بے ثواب بل کہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْتَلَفُوا فِي الْكُفْرَانِ** (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا: **"بِإِذْنِ اللَّهِ"** (جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو) فرمایا: **"مِيرَءِ صَاحِبِ الْبَارِءِ"** (میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ!) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ **"اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے"** اس عبارت سے یہ مفہوم پور ہوتا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

اعتنت پر پید:

اسی مکتوب میں اعتنت پر پید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ بزرگ فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی اہانت میں توقف اور سکوت اسی لیے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر اہانت یا کفر نہیں الیہ کہ اس کے خاتمہ ہائے کفر کا یقین ہو جیسا کہ اولیاء اور اہل حق ہیں۔ اہل سنت نے سکوت کے یہ معنی ہر شخص کو وہ مستحق لعنت نہیں بل کہ اس کا ملعون ہونا آیت۔ یمان الدین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ (ب شگ و دو لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری کدواش۔

مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہاں مؤرخین اور مردگان اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سیر و قریب اس کے دوستوں اور عزیزوں کو ہر سال کیا کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اذا ظهرت الفتن، او قال: البدع و سبت اصحابی فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين لا يقبل الله حوفا و لا عدلا۔ (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے یا عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے ننان کے نوافل اور نہ فرض قبول کیے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ جیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ و السلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدی و التزم منابعہ المصطفیٰ

علیہ و علی اللہ الصلوٰۃ و السلام۔ (ترجمہ تفسیر)

سر دست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں مگر چاہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں، لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل و صفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے، لیکن جنگ نہر دھن کے شرکا جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے، یہ ایں جہ حضرت علی کے لشکر سے علاحدہ ہو گئے اور خود خواہ آپ کی تکفیر کی ایسے لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول رائج ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے "ارشاد الساری شرح بخاری"، امام نووی نے "شرح صحیح مسلم"، علی قاری نے "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" اور امام ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں اور دوسرے علما نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔ ہم نے یہ خوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں ان شاء اللہ

عبد القادر محبت رسول ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی
کان اللہ لہما

تقصید ثقات علماء بدایوں

- ۱۔ الجواب صحیح۔ نور احمد قادری
- ۲۔ صبح الجواب۔ محمد سراج الحق عفی عنہ
- ۳۔ ما حردہ المجیب المصیب فهو مقرون بالصواب۔ محمد فصیح الدین قادری
- ۴۔ جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔
- ۵۔ العبد المہین محمد جمال الدین احمد قادری
- ۶۔ اصحاب المجیب۔ محبت احمد قادری
- ۷۔ الجواب صحیح۔ محمد فضل الحمید القادری
- ۸۔ الجواب صحیح۔ محمد سعد بدایونی احمد

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے بارے میں کیے گئے چند سوالات کے جوابات

محبب: خواجہ قطب الارشاد، شیخ الحدیث والتفسیر

علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی رحمہ اللہ

آستانہ عالیہ قلب آباد شریف، جھنگ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جاءت
رسل ربنا بالحق والحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره
على الدين كله و لو كره المشركون۔ تبارك الذي نزل الفرقان على عبده
ليكون للعلمين نذيراً۔ هو الذي ارسل نبينا عليه السلام رحمة للعالمين فادخل
تحت رحمته الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين فصلى الله تعالى وسلم و
بارك عليه وعلى آله واصحابه وكل منتسب اليه دائماً ابداً كما يحب ربنا و
يرضى و هو الولي الاعلى و قال في شان المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم
باحسن: رضي الله عنهم ورضوا عنه و قال في مقام آخر في علو شانهم: و
الذين آمنوا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم
و نورهم والذين كفروا و كذبوا بايننا اولئك اصحاب النجيم۔ و قال في حال
المنافقين و الرفضة و المبتدعة: انا اطعنا سادتنا و كبراءنا فاضلونا السيلا، ربنا
انهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيراً۔

اما بعد...

آپ کا گرامی نامہ رمضان المبارک شریف کے اوائل میں موصول ہوا۔ اپنی علالت و بے
فرستی کی وجہ سے جواب دینے میں تاخیر رہی، والد صاحب کے مزار شریف کا کام بھی شروع تھا،
حفاظت کی منزل میں بھی سختی تھیں، بخیر نے بھی اپنا نام نہ کیا، اس وجہ سے دیر ہوگئی، پھر آپ کے یکے
بعد دیگرے دو مکتوب آئے، میں نے یہی سمجھا کہ سابقہ مکتوب کا جواب چاہتے ہیں، بغیر پڑھے
ان کو رکھ دیا، اب تیسرا خط جب آیا ہے جس میں ایک مولوی صاحب کی تقریر اور حضرت امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں سب و شتم اور ان کے والدین کے کفر لکھے ہوئے کو جب پڑھا تو طبیعت
کی خرابی کے باوجود سہا پ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آمد و سوالات کے جوابات لکھ دیتا ہوں کہ
ایسے سختی القلب خلیفہ اعظم کا جواب دینا باقی مشاغل کو چھوڑ کر الہامی اور ضروری ہے۔ ثابت کیا
جائے گا کہ اس بے ہودہ شخص نے قرآن مجید فرقہ انجید اور حدیث پاک اور ایمان اُمت کی
مخالفت کی ہے، نیز سامعین کے اعتقادات کو برباد کرنے کے لیے دیر بھڑکھڑکھ بیان کیا ہے اس
کا جواب دینا لازم ہے۔

اذا كان الغراب دليل قوم مسيحيهم طريق الهالكين

”جس قوم کا راہ نہا کو اہودہ قوم کی سرداروں کی طرف ہی رہنمائی کرے گا۔“

سوال ۱: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین امراء ہوتے، کاتب الوحی مخالف المؤمنین اور رضی اللہ
عنه کہتا چارے پاتا؟

الجواب: چارے ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کی پونی ورنی یا کالج ہو تو اس میں داخلہ کے
لیے ٹیسٹ لیا جاتا ہے، جب کہ عام کالجوں میں داخلہ کے لیے صرف یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ
پہلے درجہ کا امتحان پاس کر رہا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ کوئی عام درس گاہ نہ تھی، بل
کہ دنیا بھر میں لامتناہی تربیت گاہ تھیں، اس میں داخلہ کے لیے بھی رب العالمین جل جلالہ
نے ایک ٹیسٹ رکھا ہوا ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اولئك الذين امنتم الله قلوبهم للتفوى لهم مغفرة و اجر عظيم۔

(پارہ ۲، ص ۲۰، ج ۲)

”وہ ہیں جن کا دل اللہ عز و جل نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے

بخشش اور بڑا ثواب ہے۔“ (کنز الدیان)

اور سورہ فتح میں فرمایا:

و الزمهم كلمة التقوى و كانوا احق بها و اهلها۔ (پارہ ۲۶، صفحہ ۲۶)

”اور پھر گاری کا کھدوان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔“ (کنز الدیان)

ممتحن لوگ! امتحان لے کر جن لوگوں کو پاس کر دیتے ہیں اور ان کو نمبر دے دیتے ہیں اس میں غلطی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ علیہ السلام بذات الصدور سے کب غلطی ممکن ہے، ادنیٰ خیال غلطی کا بھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و كان الله بكل شيء عليم۔ (پارہ ۲۶، صفحہ ۲۶)

”اور اللہ عز و جل سب کچھ جانتا ہے۔“ (کنز الدیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے قدم اور اذنی علم کے بعد ان کو جانچ کر اس چیز کا حق وار بنا دیا اور ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی درس گاہ اور تربیت گاہ میں داخلہ کی اہلیت اور قابلیت رکھتے ہیں اور یہی لوگ اس شرف کے حق وار ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ پے نہ نہ ہو، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اور اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ بل کہ تمام مسلمانوں کو حکم دیا۔ فرمایا:

فان امنوا بمثل ما امنتهم به فقد اعتدوا۔ (پارہ ۱۱، البقرہ ۱۳۷)

”پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا کہ تم لائے جب تو وہ دہریت پائے۔“

(کنز الدیان)

تو جو ان کو نہ مانے اس کے بارے میں فرمایا:

و ان تولوا فانما هم في شقاق۔ (پارہ ۱۱، البقرہ ۱۳۷)

”اور اگر تمھیں پیچھریں تو وہ نری ضد میں ہیں۔“ (کنز الدیان)

ندان کی دنیا ہے نہ آخرت اور نہ ہی ان کے اعمال ظاہری و باطنی سے کوئی تعلق بل کہ وہ تمام افعال ہباء مشغول ہو جائیں گے اور یہ صرف صحابہ تک محدود نہ رکھا، بل کہ سورہ توہ میں فرمایا:

و الذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه۔ (پارہ ۱۱، البقرہ ۱۰۰)

”اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیچھے ہوئے اللہ عز و جل ان سے راضی اور وہ اللہ

عز و جل سے راضی۔“ (کنز الدیان)

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔ یعنی حضرت امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔

خال المؤمنین:-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ازدواجی رشتہ امت کے تمام افراد کے ساتھ ایک رشتہ قائم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبي اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجہ امھاتھم۔ (پارہ ۱۱، البقرہ ۱۱۰)

”یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیہاں ان کی مائیں ہیں۔“ (کنز الدیان)

جب ان کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہوئیں تو ان کے بھائی تمام امت کے خال ہوئے، رشتہ کے شرف کے ساتھ ان کا موطن ہونا بھی شرط ہے جو ایمان کی دولت سے محروم ہو اس کے لیے حضور ﷺ کی بیویاں، مائیں نہیں اور شان کا بھائی خال ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خال المؤمنین ہونا اور کاتب الوحی ہونا تو شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتاب ”احتجاج طبری“ مصری ص 92 پر ہے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

قال كتب معاوية الى امير المؤمنين علي عليه السلام ان لي فضائل

كثيرة كان ابني سيدا في الجاهلية و صرت ملكا في الاسلام و انا

صهر رسول الله ﷺ و خال المؤمنین و كاتب الوحی۔

”ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں بہت فضائل کا مالک ہوں میرے والد زمانہ جاہلیت میں سردار

تھے اور میں اسلام میں سردار ہوں اور میں زوجہ رسول کا بھائی اور خال المؤمنین اور

کاتب الوحی ہوں۔“

احتجاج طبری کے حاشیہ پر اس کا بخشنی لکھا ہے:

يقولون ان معاوية خال المؤمنین لان صفية زوجة الرسول بنت ابی

سفیان و هي ام المؤمنین بناء على ان ازواج النبی ﷺ کلھن۔

امھات المؤمنین فحينئذ يكون معاوية خال المؤمنین۔

”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المؤمنین اس لیے کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی سفیان زوجہ

رسول تھیں اور ازواج نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المؤمنین کہتے ہیں۔

نوٹ: شخصی غشی کو اتنا معلوم نہیں کہ ابوسفیان کی بیٹی کا نام ام حبیبہ ہے یا صفیہ، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ جس گھر کے ساتھ کسی کے روابط اور تعلقات نہ ہوں اس گھر کے افراد سے واقفیت نہیں ہو سکتی روافض کو چوں کہ بعل بیت رسول ﷺ سے کوئی تعلق وہ واسطہ نہیں پھر واقفیت کیسے ہوگی؟ کچھ بھی نہ ہوتی سنائی باتوں سے یہ تو لکھ دیا کہ وہ خال المؤمنین ہیں جسے کسی شاعر نے کہیں گویا غشی سے کرتے ہیں کرتے تو یاد ہیں میں شاد ہوں کہ بول تو کسی کی گاؤں میں

کاتب الوحی :-

قرآن مجید چوں کہ الہامی کتاب ہے، اس کے تعارف کے لیے بھی آسمانی کتاب درکار ہے، آسمانی کتاب کی اشاعت کا انحصار آسمانی حفاظت اور ہمارے، اس واسطے رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (پارہ ۱۳، النجمہ)

”بے شک ہم نے آقا راہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“

(کنز الایمان)

اب جس پر نازل ہوئی اس کا امین ہونا اور لانے والے کا امین ہونا بھی ضروری ہے۔ لانے والے کو روح الامین کا لقب عطا فرمایا اور جس پر نازل ہوئی اس کے حافظے اور یادداشت کی ضمانت بھی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔ فرمایا:

سَنُقَرِّئُكَ فَلَا تَنْسِي۔ (پارہ ۱۴، النجمہ)

”اب ہم تجھیں پڑھائیں گے کہ تیرے بھولے۔“ (کنز الایمان)

انسانوں تک پہنچنے والا امین ہونا بچپانے کے روز رہے ہیں: وقتی اور دائمی: وقتی یہ کہ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے تلاوت کر کے جیسی نازل ہوئی تھی ست دی۔ یہ حضور ﷺ کی اہمیت تھی، خود کیا، صحابہ کبار کو بھی حکم دیا۔ دائمی یہ ہے کہ اس کتاب کی کتابت کا انتظام فرمایا، کتابت کا فریضہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لیے مقرر فرمائیں جو امین ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جا چکی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب الوحی تھے۔

”معانی الاخبار“ شیخ صدوق قمی ص 346، طبع جدید مطبع خیدری، تہران: اس میں ایک پورا باب ہے، جس کا عنوان ہے:

”استعانة النبی ﷺ بمعاوية في كتابة الوحی“

یعنی نبی ﷺ کا کتابت وحی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد حاصل کرنا۔

”انوار نعمانیہ“ محدث نعمت اللہ الجزائر کی ص 247 پر ہے:

و كذلك جعل معاوية من الكتاب قبل موته بسنة اشهر بمثل هذه المصلحة و ايضا عثمان و اضرابه ما كانوا يحضرون الا في المسجد مع جماعة الناس فما يكتبون الا ما نزل به جبريل بين الملاء۔

اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے اس مصلحت کی بنا پر کاتب وحی مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی مثل کاتب وحی مقرر فرمائے جو مسجد نبوی میں حاضر ہو کر وحی قرآن لکھتے تھے جو ظاہر باہر نازل ہوتا تھا۔

محدث نعمت اللہ الجزائر کی کو یہاں دو باتوں کا اعتراف ہے:

۱۔ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی مقرر فرمایا۔

۲۔ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ریاست و امانت میں کوئی شبہ نہیں، وہ وحی قرآن لکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا۔

”تحقیق النقال فی علم الرجال“ معروف بہ ماقانی ص 222 پر حروف لگی کے لحاظ سے باب میم میں لکھتا ہے: (یہ کتاب شیعہ کے نزدیک اسے رجال میں لاثانی ہے)

فهو معاوية بن ابي سفيان اسمه صخر بن حرب بن ابي عبد الشمس بن عبد مناف يكنى ابا عبد الرحمن القرشي الاموي كاتب رسول الله ﷺ ولي الخلافة حين سلم الامر اليه حسن بن علي عليهما السلام و صالحه و ذلك في شهر ربيع الآخر او جمادى الاولى سنة احدى و اربعين و مات يوم الخميس ثمان بفين من رجب سنة ستين و هو ابن ثمان و سبعين سنة۔

”یہ معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ کنیت ابو عبد الرحمن قرشی اموی کاتب رسول اللہ ﷺ ہیں جن سے امام حسن

نے صلح کر لی اور خلافت ان کے حوالے کی تو یہ والی خلافت ہے۔ یہ صلح ربیع الآخر ۱۱ جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات 22 رجب 60ھ میں یہ عمر 78 برس ہوئی۔“

یعنی شیعہ فتنہ رجائے کے باہر علامہ امام حقانی نے یہ تسلیم کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب الوہی مقرر فرمایا۔ محدث نعت اللہ الجوزاوی کی تحریر سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی وفات سے چھ ماہ قبل مصلحت کے طور پر ان کو کاتب دئی مقرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ انتخاب حضور اکرم ﷺ نے یہ علم خداوندی کیا تھا، خدا و رسول کے اس انتخاب سے ناراض ہو کر اس حقیقت کو فتح کرنے کے لیے بہت کوششیں لوگوں نے کی ہیں جس میں ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ میں موجود ہے، مگر اصل حقیقت مذکورہ چار کتابوں سے ثابت ہو گئی کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب دئی یا امر خداوندی مقرر فرمایا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا عامل (گورنر) بنایا تھا۔ کیا غیر ممکن بھی کاتب الوہی مقرر ہو سکتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب الوہی ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے، پھر بھی اگر ہٹ دھرمی کر کے یہ کہا جائے کہ مانا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے صبر تھے، تمام امت کے ماموں تھے، کاتب دئی تھے، مگر ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے وہ مومن نہ تھے۔ (معاذ اللہ)

پھر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کسی غیر مومن کو بھی سونپی جاسکتی ہے؟ قرآن پاک سے رہنمائی ملتی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقرءوا المسجد الحرام بعد عامہم هذا۔

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ: ۲۸)

”مشرک نہ رہے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آئے

پائیں۔“ (کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ ۱۱ھ میں نازل ہوئی۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اور باطنی: ظاہری نجاست پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور ہو جاتی ہے، مگر نجاست باطنی پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور نہیں ہوتی۔ تو ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نجاست باطنی تھی (معاذ اللہ) وہ پانی کے ساتھ دھونے سے بھی نہ اتر سکتی تھی، تو ان کو کاتب دئی کیوں مقرر کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو ان اوصاف کا مالک کیوں بنایا۔ واضح مسئلہ! کاش کہ مبلغ صاحب اللہ تعالیٰ کی وعدائیت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر عقیدہ رکھتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی بے ہودہ باتیں کر کے اپنا اور سامعین کا ایمان خراب نہ کرتے۔

کیا ایسے شخص کی تقریر سننا، اس کی مجلس میں آنا اور خاموش بیٹھ رہنا اور دعوت دے کر اس کی خدمت اور نوازشیں کرنا اور تعظیم کے ساتھ روانہ کرنا جائز ہوگا؟ کیا وہ قابل تعظیم و تکریم ہے؟ حاشا و کلا۔

سوال 2: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر آخری دم تک شرف صحابیت پر قائم رہے یا جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے بعد اس شرف سے محروم ہو گئے؟

سوال 3: جنگ جمل و صفین میں جن لوگوں نے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حصہ لیا، وہ کس لقب کے مستحق ہیں؟

الجواب: ایہاذا اس کا جواب ہماری سابقہ تحریر سے ثابت ہو گیا، تفصیلی جواب جنگ صفین کے بیان میں آجائے گا۔

یہودی سازش کے تحت سینکڑوں سال مسلسل پروپیگنڈا سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے محاسن اور مناقب پر دہریہ پورے ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مگر چاہلوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انہیں اہرام تراشیوں کا تھوک کا کاروبار بھی شروع کر دیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو الزام باندھے گئے ان میں واضح بہتان ہے کہ انھوں نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کیوں کی؟ اس ضمن میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جنگ کی وجہ اور بنیاد کیا تھی؟

”شیخ البیضا“ مع شرح ابن جریر جلد ۱۱، نمبر ۱۹۸ پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ایک چٹھی ہے جو تمام شہروں میں بھیجی گئی:

کتبہ الی اهل الامصار بقص فيه ما جرى بينه وبين اهل الصنفين و كان بدء امرنا انا الثقيفا والقوم من اهل الشام و المظاہر ان ربنا واحد و نبينا واحد و دعوتنا في الاسلام واحدة لا نستزيدهم في الايمان بالله و التصديق برسوله و لا يستزيدونا الامر واحد الا ما اخلفنا فيه من دم عثمان و نحن عنه براء۔

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تمام شہروں کے لیے ایک عسکری مراسلہ لکھا کہ صلہ میں ہمارے اور اہل شام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس سے کوئی غلط فہمی نہ ہو کیوں کہ ہمارا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری اسلام کی دعوت ایک ہے، ہم شامیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں زیادتی کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ وہ ہم پر زیادتی کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں ہم دونوں فریق برابر ہیں، اختلاف صرف دم عثمان میں ہے اور ہم اس سے بری ہیں اور یہی تازہ کی وجہ ہے۔“

اس عبارت سے چند وجوہ ثابت ہو گئے:

- ۱- اختلاف صرف کھل عثمان میں ہے۔
- ۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چٹھی سے بنیادی طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تو خلافت کے مدعی تھے نہ انھوں نے حکومت چھیننے کے لیے یہ جنگ لڑی بلکہ اس کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ تھا اور یہ مطالبہ ہر متعلقہ انسان کا قانونی حق ہے۔
- ۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس امر کا اعلان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں، اگر کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعی تعلق ہے۔
- تو اسے حضرت کی یہ بات ماننے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے اور اگر اسی پر اصرار ہو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے محروم ہیں (معاذ اللہ) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نفی کر رہا ہے کیوں کہ ان کا اعلان ہے کہ ایمان میں ہم برابر ہیں، لہذا اگر معاذ اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے خالی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے برابر ہوئے۔ (ثم معاذ اللہ)
- ۲- عسکری مراسلہ بھیجے کا محرک کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو برا بھلا کہنا شروع کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اس بے ہودگی سے روکنے کے لیے حقیقت بتادی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے کہ منبر پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا نہ تھا، یہ دراصل اپنے اس گھناؤنے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے کہ برا بھلا کہنے کی

ابتداء ایمان علی کی طرف سے ہوئی اور اس سلسلہ میں اب وہ تو معذور ہیں۔

”نسخ البلاغہ“ کی شرح ”درة الجہ“ ص 301 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کی تائید ہے، وہ یوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

فقال معاویہ رضی اللہ عنہ لم اقاتله لاني افضل منه ولكن اقاتل ليدفع الي قنلة عثمان رضی اللہ عنہ۔

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میری جنگ اس بنا پر نہیں ہوئی کہ میں ان سے افضل ہوں بلکہ اس لیے ہوئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل میرے حوالے کریں۔“

دونوں عبارتیں ”نسخ البلاغہ“ کی شروح کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں، دونوں نے جنگ کی وجہ قصاص عثمان کو قرار دیا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔ بات تو صاف ہے، غریب اور لوگ کہتے ہیں کہ ”نسخ البلاغہ“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ 16 سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ان کے ظاہری اسلام کی بات کی تھی، باطن میں تو وہ مسلمان نہیں تھے۔ خطبہ 16 کی عبارت یہ ہے:

قال ما اسلموا و لكن استسلموا و اسروا الكفر فلما وجدوا اعوانا عليه اظهروا۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ظاہری طور پر اسلام کو مان لیا اور ان کے باطن میں کفر پوشیدہ ہے جب انھوں نے کفر میں مددگار پائے تو کفر کو ظاہر کر دیا۔“

”نسخ البلاغہ“ کے شارحین سب نے یہی اعتراض یا تاویل کی ہے۔ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تکلف خواہ مخواہ کیا گیا ہے، آسان بات یہ تھی کہ کہہ دیجئے کہ حضرت نے غیہ کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ”نسخ البلاغہ“ میں الحاقی کلام کا ہونا تحقیق کو پہنچ چکا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اسے الحاقی کلام نہ مانا جائے تو یہ قول عمار کا ہے۔ جیسے ”درة الجہ“ ص 347 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے۔

پتھری بات یہ ہے کہ یہ خطبہ اس وقت کا ہے جب جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اور عسکری مسائل جنگ کے بعد ادراس ہونے کے بعد کا ہے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت پہلے کی بات ہے۔

اب ذرا ظاہری اور باطنی ایمان پر اصولی بات کی جائے۔

۱۔ اہم ظاہری شریعت کے مکلف ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظاہری ایمان کی شہادت دے دی۔ عقیدہ باطنی چیز ہے، جس کی حقیقت معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کہ ہم اور اہل شام ایمان میں برابر ہیں، تو دوسری توجیہ کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جیسے میں ظاہر مسلمان ہوں ویسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ظاہر میں مسلمان ہیں، جیسے باطن میں وہ ہیں ویسے ہی میں ہوں۔ (معاذ اللہ)

۳۔ پھر جو آپ نے فرمایا: ربنا واحد... اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا جیسے ظاہر میں میرا رب ایک ہے اور رسول بھی اور دعوت اسلام بھی ایک ہے باطن کا حال دوسری شکل جیسا ہوا۔ (معاذ اللہ)

۴۔ ”نسخ البلاغ“ مصری ص 105 پر ”قد فتح باب النحر ببيتكم و بين اهل القبلة“ تمسارے اور اہل قبلہ کے درمیان لڑائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو بات صاف کر دی، مگر اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم کہیں سے لے لیا ہے؟ کیا اسلامی تاریخ میں یا دینی لٹریچر میں اہل قبلہ کی اصطلاح کفار کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے؟

اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایمان سے خالی ثابت کرنے کے جنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں مولیٰ جا رہی ہے؟

یہ حرکت جب علی رضی اللہ عنہ کی ہرگز نہیں کیوں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ظاہر ہے، اب ہتھکنڈ معاویہ کے قبیل سے ضرور ہے اور جہاں انھیں وہاں انصاف کہاں ہوتا ہے! جہاں علی رضی اللہ عنہ کی تہذیبیت خود رسول علی رضی اللہ عنہ سے متعین فرمادی۔

”نسخ البلاغ“ مصری ص 179 پر ہے:

قال لوددت و الله ان معاوية صار فني بكم صرفه الدينار بالدرهم

فاخذ مني عشرة منكم و اعطاني رجلا منهم۔ (نسخ البلاغ ج ۱ ص ۱۷۷)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کاش امیر معاویہ میرے ساتھ سودا کر لیتے جیسے کوئی شخص بیع الصرف کرے کہ سونے کے دیار کے بدلے چاندی کا ایک درہم لے لے، پس امیر معاویہ اپنا ایک آدمی لے لے دے دے اور میرے دس آدمی لے لے۔“

اس عبارت سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جہاں تک عیسان علی اور شامی فوج کے ایمان کا تعلق ہے وہاں تو ایک اور دین کی نسبت ہے یعنی اہل شام عیسان علی کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ صاحب ایمان و یقین، وہ دار، ایثار، پیشہ، صاوق القول اور امین تھے، اور تو 10/9 حصہ دین اقلیت میں مضمر ہے جیسے ”اصول کافی“ میں ہے:

تسعة اعشار الدين في التقية۔

نو حصے دین تقیہ میں، ایک حصہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، خمس، حج، زواری وغیرہ میں ہوا۔

اہل سنت و جماعت سن کر سمجھ لیں کہ صحابہ کرام کی عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس قدر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

و لله العزة و لرسوله و للمؤمنين و لكن المنافقين لا يعلمون۔

(پارہ ۲۸، المائدہ ۸)

”اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں۔“ (کنز الایمان)

اور سورہ حدید میں ارشاد فرمایا:

و الذين امنوا بالله و رسله اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔ (پارہ ۱۲، المائدہ ۱۹)

”اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل بچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“

(کنز الایمان)

نوران کے مخالفوں کے لیے فرمایا:

و الذين كفروا و كذبوا باياتنا اولئك اصحاب الجحيم۔ (پارہ ۲۷، المائدہ ۱۹)

”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں چٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔“ (کنز دین)
اہل سنت و جماعت کے نزدیک دونوں فرقوں کے مقتولین کے بارہ میں فیصلہ خود مولیٰ علی
کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

”قتلای و قتلای معاویہ فی الجنة۔“

”جو میرے گروہ سے قتل ہوئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ سے مقتولین دونوں
جاتے ہیں۔“

اور جو زندہ ہیں ان کا فیصلہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کر دیا اور مصالحت کر کے اپنی خلافت ان کے
سپر کر دی، شیعہ کے نزدیک امام کی ہر بات نفع ہوتی ہے۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سپرد کر دینا
شیعہ مذہب کے لحاظ سے نفع قلعی سے ثابت ہوا۔

سوال 4: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد قائم ہوئی خلافت چار
تھی یا ناچار؟ جن علمائے اس حکومت کو خلافت راشدہ کہا انھوں نے حق کہا یا خطا کی؟

الجواب: اس کا جواب سوال 3 کے جواب میں آچکا ہے، شیعوں کو اس پر اعتراض نہ کرنا
چاہیے، نیز امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔
رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص 72 پر ہے:

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور قیس بن سعد بن عبادہ جو حضرات حسین کے ساتھ
تھے شام میں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے امداد آنے کی اجازت
طلب کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور خطبہ جمع ہوئے تو
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو کہا:

یا حسن! قم، فبايع! فقام و بايع ثم قال للحسين عليه السلام: قم،
فبايع! فقام و بايع. ثم قال: يا قيس! قم، فبايع! فالتفت الي الحسين
عليه السلام ينظر ما يامر به فقال: يا قيس! انه امامي يعني امام حسن
عليه السلام۔

امام حسن کو امیر معاویہ نے کہا: اٹھو اور بیعت کرو، وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر ام
حسین کو کہا: اٹھو اور بیعت کرو! انھوں نے بھی اٹھ کر بیعت کر لی، پھر قیس کو کہا:
اٹھو اور بیعت کرو! انھوں امام حسین کی طرف التفات کی اور جواب کے ان سے

نظر تھے۔ امام حسین نے فرمایا: اے قیس! یقیناً امام حسن میرے امام ہیں۔ مصعب
یہ ہوا کہ جب میرے امام حسن نے بیعت کر لی ہے، تمہیں کیوں شیعہ پیدا ہوا۔
اس بیعت سے پہلے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت کا ارادہ کیا تو شیعوں کو اعتراض ہوا،
اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و الله ان معاوية خير لي من هؤلاء يزعمون انهم لي شيعة ابغوا قتلي
وانتهبوا قتلي واخذوا مالي و الله لن اخذ من معاوية عهدا احقن به
دمي و اومن به في اهلي خير من ان يقتلوني فضيع اهل بيتي و اهلي
و الله لو قاتلت معاوية لاحذوا بزقبتى حتى يدفعوني اليه سليما و الله
ان اصالحه و انا عزيز خير من ان يقتلني و انا اسير او يمن علي
فيكون سنة بني هاشم اخر الدهر و لمعاوية لا يزال يمن بها و عقبه
علي الحي منا و الميت۔ (انحاج طبرستان ص 290 مطبوعہ مسجد مشہد مقدس)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے ٹھکی ہو کر مدائن میں آئے تو
زید بن وہب جہنی نے ان سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کے بیٹے! لوگ
حیران ہیں اس مصالحت میں آپ نے کیا حکمت دیکھی؟ تو آپ نے جواب دیا اور
فرمایا: خدا کی قسم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے اپنے شیعوں سے بہتر ہیں، مجھے انھوں نے قتل
کرنا چاہا، میرا ان کا شہ پھینکا، میرا مال لیا، خدا کی قسم اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عبد
لے لیتا ہوں جس کے طفیل اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤں اور میں اپنے اہل
میں ماسون ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ شیعہ مجھے قتل کر دیں، میرے اہل بیت
اور میرے اہل کو تباہ کر دیں اور خدا کی قسم اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرتا تو میری
گردن پڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیتے، خدا کی قسم اگر میں حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و آشتی کا معاملہ کر لوں جب کہ عزت و آبرو والا ہوں تو میں بہتر رہوں گا
اس چیز سے کہ وہ مجھے امیر کر کے قتل کر دے یا مجھ پر احسان کرے اور یہ اس کا
احسان میرے پر اور نبی ہاشم پر ہے گا اور ان کا ہمیشہ احسان رہے گا جب تک ہم
میں سے کوئی زندہ رہے گا یا مر جائے گا۔

وہ شیعہ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے وہی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے

ہو انہوں میں سے شامل ہو گئے تھے جن کی تعداد بیس ہزار سے زائد تھی جیسے کہ "ناسخ التواریخ" میں موجود ہے جب کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کو امیر معاویہؓ نے کہا کہ تمہارا مطالبہ دم عثمان کا ہے، ان کے قاتل تمہارے حوالے کر دو تو ہم آپ کے ساتھ بیعت بھی کر لیتے ہیں اور آپ کو معتقد خلیفہ سمجھتے ہیں تو بیس ہزار سے زائد آدمی کھڑے ہو گئے اور کہا: ہم عثمان کے قاتل ہیں، ہم سے کون قصاص لیتا ہے؟ وہی لوگ امیر حسنؓ کو لٹا کر کھوکھو کا دے کر لشکر میں شامل ہو گئے ان کا ارادہ بھی غلط تھا جس کو امام حسنؓ نے "احتجاج" کی عبارت میں واضح کر دیا۔

اب تمام امام حسن اور امام حسینؑ کی بیعت کا کیا جواب دو گے؟ بیعت لینے والا جب یہ قول تمہارے مسلمان نہیں اور وہاں جنگ صفین میں قتل ہو جاتا تو کوئی مسلمان ان کا جنازہ نہ پڑھتا اور نہ اسے کوئی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیتا تو بیعت کرنے والوں کا حال ان کے نزدیک کیا ہوگا؟

کیا یہ مولوی کسی کہلانے کا حق دار ہے؟ ایسے منافق سے بچو!!

سوال 5: حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل و مناقب جو احادیث شریف کی کتابوں میں ملتے ہیں قابل قبول ہیں یا قابل رد؟

الجواب: حضرت امیر معاویہؓ کی شان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مُّهْدِيًا (الحدیث)

"اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا!"

دوسری حدیث میں فرمایا:

اللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَفَقَّ الْعَذَابَ (الحدیث)

اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا!

اور آپ ﷺ کی دعا سے مبارک بارگاہ خداوند تعالیٰ میں یقیناً مقبول و مستجاب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کی کتاب "مشیر الجنان" ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ فرماتے ہیں:

و قال المدائنی كان زيد بن ثابت يكتب الوحي و كان معاوية يكتب

للنبي ﷺ فيما بينه و بين العرب اي من وحي و غيره فهو امين

رسول الله ﷺ على وحي ربه و ناهيك بهذا المزية الرفيعة

محدث مدائنی نے فرمایا کہ زید بن ثابتؓ دینی نکتے تھے اور امیر معاویہؓ دنیوی نکتے تھے

نکتہ نمازل ہونے والی دینی کو بھی لکھتے اور اہل عرب کی طرف جو خطوبہ بھیجے جاتے تھے وہ بھی لکھتے تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے امین تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے رب کی وحی پر ایسے شخص کے مرتبہ رفیعہ کے خلاف باتیں کرنے سے بچو!

فَقَبِلَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنَهُمَا الْفَضْلَ مُعَاوِيَةَ او عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ

فَقَالَ: وَ اَللّٰهُ اِنْ الْعَبَّارَ الَّذِي دَخَلَ فِي الْاَنْفِ فَرَسَ مُعَاوِيَةَ مَعَ رَسُولِ اَللّٰهِ

ﷺ الْفَضْلَ مِنْ عُمَرَ بِالْفَرَسِ، صَالِي مُعَاوِيَةَ خَلْفَ رَسُولِ اَللّٰهِ

ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ: سَمِعَ اَللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ و قَالَ مُعَاوِيَةُ:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ فَمَا بَعْدَ هَذَا الشَّخْصِ الْاَعْظَمِ اِذَا كَانَ مِثْلَ ابْنِ

الْمَبَارِكِ يَقُولُ فِي مُعَاوِيَةَ ذَلِكَ و اِنْ تَرَاوِ اَنْفَ فَرَسٍ فَضْلًا عَنْ ذَاتِهِ

الْفَضْلَ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْاَنْفَ مَرَّةً فَايُ شَيْئَةً تَبْقَى لِمُعَاوِدِ اِي

دَخَلَ يَمْسُكُ بِهِ غُبَى او جَامِدُ۔

ابو عبد الرحمن سے سوال ہوا (جو عبد اللہ بن مبارک ہیں) کہ امیر معاویہؓ اور عمر بن عبد

العزیزؓ سے کون افضل ہے؟ تو ابو عبد الرحمن نے فرمایا: خدا کی قسم جو غبار امیر

معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں حضور ﷺ کی معیت میں چلتی تھی وہ خاک ہزار

درجہ عمر بن عبد العزیزؓ سے بہتر ہے، امیر معاویہؓ نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز

پڑھی جب حضور ﷺ نے صمیع اللہ لمن حمدہ پڑھا، امیر معاویہؓ نے رُبَّنَا

و لَكَ الْحَمْدُ کہا، پھر اس سے بڑھ کر عظیم شخص کون ہوگا اور جب عبد اللہ بن

مبارک جبینا آدمی (جس کی امام بخاری امیر المومنین فی اللہ بیٹ نے اپنی جنگ البخاری

میں تقریباً چار سو روایات لی ہیں) امیر معاویہؓ کے حق میں فرماتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک کی مٹی عمر بن عبد العزیزؓ سے ہزار درجہ

بہتر ہے تو مخالفت کرنے والوں کے لیے اب کون سا شبہ باقی رہتا ہے اور اس غبی

اور منکر کے پاس کون سی دلیل ہے جس کے ساتھ وہ تمسک پکڑے۔

اور خود علی المرتضیٰؑ کا فرمان "صحیح البلاغہ" ص 277 طبع جدید مع شرح "فیض الاسلام"

میں ہے:

لَقَدْ رَأَيْتُ اصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَمَا ارَى اَحَدًا مِنْكُمْ يَشْبِهُهُمْ لَقَدْ

كانوا يصبحون شعنا و قد بانوا سجدا و قياما ير او حون بين جباههم
و خدودهم و يغفون على مثل العجم من ذكر معادهم كان بين
اعينهم ركب المعزى من طول سجودهم اذا ذكر الله حملت اعينهم
حتى نبل جبينهم و مادوا كفا يمينه الشجر يوم الريح العاصف خوفا
من العقاب و رجاء للثواب۔

حضور مکیؑ کے صحابہ کو میں نے آنکھوں سے دیکھا میرے شیعوں میں سے میں نے
کسی کو ان جیسا نہیں دیکھا اس لئے کہ وہ دن کو (میدان جنگ میں) پراگندہ ہال اور
نہار آلودہ چہروں سے ہوتے تھے اور رات بھرہ اور قیام میں بیدار ہو کر گزارتے تھے
وہ راحت حاصل کرتے تھے اپنی پیشانیوں اور رخساروں کے درمیان یعنی بچہوں
میں گویا وہ جنگ کے انگاروں پر کھڑے ہوتے تھے آخرت کی یاد کی وجہ سے
قیامت کے آگے ان کے انکاروں کی مانند چلنے والوں کی طرح مضطرب ہو جاتے تھے
اور لمبے بچہوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانیوں پر کمریوں کے
گٹھنوں کی طرح کو لمبے پڑے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا
تو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امیدوں سے ان کی آنکھیں ایسے آنسو برساتیں
کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور خود وہ لرز جاتے جیسے کہ درختوں کے سخت تھے
نشت آمدھی سے لرز جاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے دل میں صحابہ کرام کی شان کتنی بلند تھی کہ اپنے بچے مقتدیوں
شیعوں کو ایسے کلمات بیان فرما رہے ہیں کہ صحابہ کی شان ایسا ہے کہ تم سے کسی کی وہ نہیں تو
منافقوں کے متعلق ان کے دل میں صحابہ کرام کے مخالفوں سے کتنی نفرت ہوگی۔ و احسرناسہ!
آج کل کے نام نہاد دہشتی منافقوں کو خوش کرنے والے جو ابن سبا کی شبائوں پر عمل کرتے
ہیں اور اہل بیت کرام کی تاریخ داری کی طرف نہیں جاتے ایسے مبلغین کو امام بنانا ان کو دعوت دینا
اور ان کی نگریم کرنا کتنا برا ہوگا؟

سوال 6۔ بعض صحابہ کرام فرماتے ہیں: جو شخص امیر معاویہؓ کو کسی قسم کا طعن کرے وہ جہنم کا
کتاب ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب: ”ادکام شریعت“: اعلیٰ حضرت بریلوی، مطبوعہ مدینہ پیشنگ، کراچی ص 102 پر ہے:

”اللہ نے سورہ حدید میں صحابہ کرام کی دو قسمیں فرمائیں: ایک وہ کہ قتل ہو گئے
شرف بہ ایمان ہوئے اور اہل خدا میں مل فریق کیا، چہاذا۔ دوسرے وہ کہ بعد فریق
کئے، پھر فرمادیا:
و کلا وعد اللہ الحسنی۔

دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان
کو فرماتا ہے:

اولئك عنها مععدون لا يسمعون حسيسها و هم فيما اشتبهت
انفسهم خالدون لا يحزنهم الفزع الاكبر و تلتقيهم الملائكة هذا
يومئذ يومئذ كنتم فوعدون۔ (پارہ ۱۱، صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۵)

”وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھٹک نہ سکیں گے اور وہ اپنی من مانی
خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ
اور فرشتے ان کی پیش والی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ
تھا۔“ (کنز الدیان)

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ جل جلالہ بتاتا ہے تو جو شخص کسی صحابی پر طعن
کرے وہ اللہ واحد قہار کو چھڑاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذکر ہے
ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں، رب تعالیٰ نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی
بند فرمادیا کہ صحابہ کرام جہنم کے وعدوں فریق سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

و اللہ بما تعملون خبير۔ (پارہ ۱۲، صفحہ ۸)

”اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔“ (کنز الدیان)

اور اللہ جل جلالہ کو جب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے بدایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ
فرما چکا اس کے بعد جو کوئی کئے اپنا سر کھائے، خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجیؒ نے صلیب علی رضی اللہ عنہما کا منہ قاضی عیاضؒ کے منہ سے نکالتے ہیں:

و من يكون بطعن في معاوية فذلك من كلاب الهابة

جو حضرت امیر معاویہؓ کو توڑ طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتاب ہے۔

یہ خبا خفلیہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بل کہ اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ

کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

من اذاهم فقد اذنی و من اذانی فقد اذى الله و من اذى الله فبوشك الله ان ياخذہ۔ (المحدث)

”جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، جس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔“ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اب اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی کی بیچتر میں شیعہ کا حال مختصر لکھتا ہوں، اس پر بھی غور کریں!

”حیات اعلیٰ حضرت“ کے ص 140 پر ایک استفتاء آپ کے پاس آیا، مستفتی کا ضعیف فضل احمد لدھیانوی 21 صفر 1339ھ۔ استفتاء میں یہ تھا:

ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ ”انا من المجرمین منتقمون“ کے اعداد 1202 ہیں اور یہی اعداد ابوبکر، عمر اور عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟

الجواب: رد افش لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنا سے مذہب ایسے ہی اوہام بے سرو پا پر ہے اور اگر ہر آیت عذاب کے اعداد اساماء اختیار کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کے اعداد اساماء کفار سے کہ اسماء وسعت وسیعہ ہے، چنانچہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی نا صبی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ماحول ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: سیدنا امام حسن علیہ السلام کی ولادت پر حضور ﷺ تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

ارونی ابی ماذا سمیتموہ۔

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

مولیٰ علی علیہ السلام نے عرض کی:

رب۔

فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسن ہیں۔

پھر سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر تھوڑے ہی بعد فرمایا:

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا؟

مولیٰ علی علیہ السلام نے عرض کی:

رب۔

فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسین ہیں۔

پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسن ہے۔

پھر فرمایا:

میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام بارون علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے ہیں، شہر، شہیر اور مشر حسن، حسین اور محسن۔ ان کے ہم وزن و ہم معنی ہیں۔ اس سے مولیٰ علی علیہ السلام کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اختیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں بلکہ ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان اور عباس وغیرہم رکھئے۔

ثانیاً رافضی نے اعداد غلط بتائے امیر المؤمنین عثمان غنی کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد 1201 ہیں نہ کہ 1202۔

۱۔ ہاں اور رافضی 1202 عدد کا ہے کے ہیں؟ ان سب رافضیہ کے؟

۲۔ ہاں اور رافضی 1202 عدد ان کے ہیں، انہیں یزید ابن زبیر یا شیطان الطلاق کلینی ابن بابویہ قتی طوسی علی۔

۳۔ ہاں اور رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعا لست متہم فی شیء۔

(بارود، ۱۱۱، ۸۵۹)

”وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ عطا نہیں۔“ (کنز العمال)

اس آیت کریمہ کے عدد 2828 ہیں اور یہی عدد رد افش اثنا عشریہ شیعہ اسماعیلیہ کے، اگر اپنی طرح سے اسماعیلیہ الف چاہے تو یہی رد افش اثنا عشریہ نصیریہ

دو تالیف کے ہیں۔

۳۔ باب اور افی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لهم اللعنة و لهم سوء الدار۔ (پارہ ۱۳، سورہ الزمر ۲۵)

”ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا ٹھکانہ برا گھر۔“ (کنز الایمان)

اس کے عدد 644 ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوقی علی کے۔

۵۔ نہیں، اور افی اہل کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم۔

(پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا

ثواب ہے۔“ (کنز الایمان)

اس کے عدد 1445 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور سعید کے۔

۶۔ نہیں، اور افی اہل کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اولئك هم الصديقون و الشهداء عند ربهم لهم اجرهم و نورهم۔

(پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا

ثواب اور ان کا نور ہے۔“ (کنز الایمان)

اس کے اعداد 1792 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے۔

۷۔ نہیں، اور افی اہل کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و الذين امنوا بالله و رسله اولئك هم الصديقون و الشهداء عند

ربهم لهم اجرهم و نورهم۔ (پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور

اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“

(کنز الایمان)

آیت کے عدد 3600 ہیں، یہی عدد ہیں: صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ،

زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمد للہ، آیت کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا اور حضرات کثرتہ بشارہ کے

اساتے طیبہ بھی آگئے جس میں اصلاً تکلف اور تشعب کو دخل نہیں۔

کچھ ذوق سے آنکھ دیکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب واساتے شرار و آیات مدح

اساتے اخبار کے عدد محض خیال کے مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف

ہوئے، اگر لکھ کر اعداد جوڑے جائیں تو مطابقتوں کی بہار نظر آئے، مگر ہونہ تعالیٰ

اس قدر بھی کافی ہے۔ فللہ الحمد و اللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر محمد احمد رضا

اب بتاؤ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ مولوی مقرر معتقد ہے یا منکر؟ تفسرون علی اللہ الکذب و

کفنی بہ العما مبینا۔

اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ہدایت دے ایسے وابیات لوگوں سے نفرت کی قوت عطا

فرمائے اور رافضیوں کے ساتھ ترک مولا سبکی کی سعادت حاصل ہو۔

سوال 7: جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو اہل بیت رسول کا دشمن اور اقتدار کا

الچی کہے اس شخص کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: مذکورہ بالا حوالہ جات میں اس سوال کا جواب آچکا ہے۔

حکشی مراسلہ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ”نسخ اہلانوہ“ میں موجود ہے اس میں طرفین سے

خلافات کے حصول کا موقف تھا اور نہ ہی دنیا کمانے کا لالچ تھا، دونوں کا موقف صرف اور صرف

رم عثمان کا مطالبہ تھا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی اس

وقت شیعوں کے جو حالات تھے ”احتجاج طبری“ کے حوالہ سے وہ بیان ہو چکے ہیں اس کے بعد

جب شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو حسین کریمین اور قیس بن سعد بن عبادہ نے بہ طیب خاطر

بیعت بھی کر لی تو اب لالچ کا تو مسئلہ ہی نہ رہا۔

آپ کے آخری مکتوب میں یہ چیز باقی رہ گئی جو مولوی مقرر نے بیان کیا:

”جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ابتدا سے خلافت جناب علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کی

بیعت نہ کرنے تک باقی رہے اور باقی کا حکم یہی ہے کہ اگر وہ مر جائے تو اس کی نماز

جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر وہ جنگ حنین میں قتل ہو جائے تو اوش مدینہ میں کوئی

بھی ان کا جنازہ نہ پڑھئے، کیوں کہ وہ فاسق تھے۔ اس کے بعد مولوی مقرر نے

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فان مُبَغِت احدهما على الآخرى فقاتلوا التي تبغى حتى تغىء الى امر الله. (پارہ ۲۶، آیت ۴)

”پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اندے حکم کی طرف پلٹ آئے۔“ (تکویر: ۲۸)

اس آیت کی روشنی میں ذرا حالات کا جائزہ لیجیے!

- ۱- جنگ شروع ہوئی جس کی وجہ قصاص عثمان کا مطالبہ تھا۔
۲- جنگ ختم ہو گئی اور قسم بھی صلح پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ کیا امیر معاویہ فتحِ قزاقی نے مطالبے سے دست بردار ہو گئے؟

الگزمیں تو حضرت علیؓ نے جنگ کیوں بند کی؟ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو کیسے پشت کیوں ڈال دیا؟ قرآن مجید کی رو سے ان کا فرض تھا کہ اس وقت تک جنگ جاری رکھتے جب تک کہ امیر معاویہؓ جو خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف (یعنی قول شہداء) کو لوٹ آتے اور تائب نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے جنگ بند کرنے اور صلح کر لینے سے یہ ثابت ہو گیا کہ امیر معاویہؓ جو خدا تعالیٰ نے تھے شیعوں کے نزدیک لعل امام تو نص قطعی ہوتا ہے، بعد ازاں ابوالوثر حضرت علیؓ کی جگہ تو امیر معاویہؓ کی جگہ کے ہاں نہ ہونے پر نص قطعی ہے۔

پھر مولوی مقرر کا کہنا کہ ”جناب مصطفیٰ ﷺ نے جسے باغی کہہ دیا تو قیامت تک کوئی بھی اسے غیر باغی نہ سمجھیں کر سکتا“ مردود: وایا نہ؟

پھر اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جس حسن سلوک کا اظہار ہوا وہ یہ ہے خود اس اعزام کی نمایاں تزیین ہے۔

فیصلہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو صرف کوفہ اور حجاز رہ گیا تھا اور اس چھوٹی سی سلطنت کی حفاظت کے لیے جہاں ثار فوج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھی اس کی جاں نثاری کا عالم یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی فوج سے دس گرامیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک لے لینے کو انفع کا سودا سمجھتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنی آزاد مرضی سے حقوق امیر معاویہؓ

دورانِ تقریب یہ بھی کہا کہ حجر بن عدی، عمار بن یاسر اور اویس قرنی کے قتل کا معاملہ بھی امیر معاویہ کے چلنے میں جاتا ہے۔“

الجواب: اس تقریر سے مقرر نے اپنے فاسد عقیدہ کے تحت کئی غلطیاں کی ہیں:

دوسری جگہ یہ ہے کہ اہل بغاوت کا موقف کیا تھا؟ اسے علمی نہیں۔

تیسری خطبہ کی یہ ہے کہ صفین کے بعد حضرت علیؑ نے جو شخص ہر اسد سب کی طرف پیچھا
حضرت علیؑ کا کیا حال ہے؟

پہنچی غلطی یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسینؑ جو اہل بیت کی جڑیں تھیں۔ اس کا کیا نتیجہ نکلتے گا؟

اس کی تقریر سے قرآن مجید کا انکار، حدیث شریف کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اب دو مسئلہ اب بھی رہا پائے رہا اب اس کے جواب سہو!

پہلی بات یہ ہے کہ باغی کی تعریف میں یہ ضرر شامل ہے کہ وہ حکومت کے بنیادی دستور کو تسلیم نہ کرے اور حکمران کی مخالفت اس بنا پر کرے کہ اپنے آپ کو حکومت کے لیے اس کے مقابلے میں زیادہ مستحق سمجھے اور اس سے خلافت چھیننا چاہے۔

لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس کا سبب مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ میں قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غشی مر اسلہ میں وضاحت کر دی کہ ہمارا اختلاف صرف در عثمان میں ہے۔ غشی مر اسلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب دونوں فریق وضاحت کر رہے ہیں تو بغاوت کا سوال اسی پیدا نہیں ہوتا بلکہ قصاص عثمان میں اختلاف کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا، کوئی تیسرا آدمی یا گروہ اپنی اپنے گئے کہ نہیں یہ بغاوت ہے بات مردود ہوگی۔ مگر من چسرا اور مظہور مین چن چسرا یہ تھا کیا! امیر مہدیہ سے تعلق سے تھیں بغض سبھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو کچھ حیا کرلو، جس کے ساتھ ملکر وہ حقیقت ہے، آشناء سے اور تعصب سے ذریعہ وئی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا!!

کیا خدا تعالیٰ سے تمہارا کوئی خصوصی رشتہ ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو کون؟ میں خواہ مخواہ۔

کو سوچ کر بہت کر دیا کہ وہ باغی تو کہاں ہوئے بلکہ مخصوص خلیفہ ہیں۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان کے ہاتھ پر زنت کرنی تو شیعہ اور مولوی مقرر کے نزدیک امام کا یہ فعل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نفس ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دو باغی کتبہ الوں کو قرآن کا دوا بدوینا تو بے سود ہے کیوں کہ موجودہ قرآن سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ ان قرآن کو کتبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے، البتہ ان سے یہ کہنا ان کی خیر خواہی نہ وہ سننے والے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کا کیا کریں ان کے فعل سے مشغول ہو کر اور ہر امت کا اظہار کر کے کیا منہ دکھاؤ گے۔

قرآن مجید لی مذکورہ آیت کے پہلے حصہ سے ضمناً ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے۔
قرآن مجید کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

وَأَن تَأْلَفَنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلَحُوا بَيْنَهُمَا۔ (پروہ ۱۲۴ جرات ۹)

”اور اگر مسلمانوں کے دو گرو آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کر آؤ“ (تفسیر ابن)

توضیح میں جو دو گروہ تھے ان کو اللہ تعالیٰ مؤمن فرماتا ہے، لہذا اگر نفس معاویہ کی وجہ سے کوئی آدمی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے سے باز نہ آئے تو بھی ان کو مؤمن کہہ بغیر چاروں نہیں۔
ہاں، آدمی قرآن کا منکر ہو تو اس سے کچھ بعید نہیں، جو چاہے کہتا پھرے۔ فقط۔ اللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔

محمد عبدالرشید رضوی شریعت

امریکو ۶: ۲۰ مئی ۱۳۴۹ھ / ۵ نومبر ۲۰۰۸ء

خادمہ اعلیٰ جامعہ قطیفہ رضویہ

جگہ نمبر 233 قلاب آباد شریعت، تقیہیں و صلح بھنگ

صَافِيهِ لِمَا وَقَعَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

مصنف شافعی رحمہ اللہ و التفسیر حضرت

پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی مدظلہ سرگودھا

تقریب سعید

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب صاحب ہزاروی

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

بسم الله الرحمن الرحيم۔

اُذِروے قرآن وحدیث یہ بات ثابت ہے کہ جملہ صحابہ کرام بہ شمول ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار قطعی جنتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَن قَبِلَ الْفَتْحَ و قَاتِلَ اَوْلَئِكَ اعْظَمُ دَرَجَةً

مِنَ الَّذِينَ اَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ و قَاتِلُوا و كَلَّا و وَعَدَ اللّٰهُ الْحَسَنَى۔ (سورۃ الفتح)

فتح مکہ سے قبل خراج و جہاد کرنے والے اور بعد میں کرنے والے باہم مساوی نہیں بل کہ پہلے خراج و جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ ہے، لیکن پہلے اور بعد میں ایمان لانے والے تمام صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اور کچھ دوسری آیات یہ ثابت کر رہے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر قطعی اہل بیت ہیں۔ صحابہ کرام کا یہ درجہ اور فضیلت کثرت عبادات و صدقات سے نہیں بل کہ نفس محبت نبوی کی برکت سے ہے۔ صحت نبوی ایک ایسی نیکی

ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری نیکی برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت اہم ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الا تترى ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه و عليهم و سلم
و بارك فضلوا بالصحة على من عداهم سوى الانبياء عليهم السلام
و ان اويسا قريبا و عمر مروانبا مع بلوغهما نهاية الدرجات و
وصولهما غاية الكمالات سوى الصحة فلا تجرم صار خطاء معاوية
خيبرا من صوابهما ببركة الصحة۔ (نہایت اہم ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۱۰)

صحبت نبوی ایک ایسی نیکی ہے جو اگلے پچھلے تمام بینات کے لیے کفارہ ہے۔ صحابہ کرام میں
جس طرح سیدنا حضرت صدیق اکبر، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت عثمان غنی، سیدنا حضرت علی
رضی اللہ عنہ داخل ہیں، یوں ہی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ ان کے صحابی
رسول ہونے میں معمولی شک کی گنجائش بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص محض تاریخی ربط و تباہی کی بنیاد پر
ان کو گنہ گار ثابت کرے بھی تو ان کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کے لیے صحبت نبوی کفارہ و بینات
ہے اور وہ مذکورہ آیت کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث والفقیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی سرگودھا
کی تالیفات میں سے ”صافیہ لما وقع بین علی و معاویہ“ (۱۹۹۸ء) کا میں نے از اول تا
آخر مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر بہت عمدہ تالیف ہے۔
آپ نے رسالہ کے اول میں بد نصیبوں کے بغض بھرے جملہ اعتراضات کے تسلی بخش اور مسکت
جوابات دیے ہیں اور آخر میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب خوب صورت
ترتیب سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ مختصر ہے، مگر اس موضوع پر جامع ہے۔ میں نے موصوف کی
بعض دوسری تالیفات بھی پڑھی ہیں، ماشاء اللہ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا مسلک و حد کی
بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جو وسعہ و کرم پر بابرکت، نئے نئے آئین یارب
العالمین، عباد التین الامین، صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ
اجمعین۔

الراقم: محمد ایوب بزاروی، مدرس و خطیب اسلام، پور، بھری پور، بزارہ

آج: 25 مارچ 2009ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَ الْأَمْوَالِ
وَ عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔
آغا بعد...

چند ماہ پہلے ہمیں گھر بیٹھے بھائے ایک خط موصول ہوا جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کے خلاف سخت گستاخانہ طریقے سے بارہ سوال دانٹے گئے تھے۔ ان سوالات کے ساتھ یہ خط بھی
موجود تھا جس میں علمائے حق کو اس بد نیز خط کا جواب لکھنے پر مجبور کر کے دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ وہ
خط ہم لفظ بہ لفظ شائع کر رہے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہماری
طرف سے جواب منظر پر آنے کی تمام تر ذمہ داری سائل پر عائد ہوتی ہے یا پھر سائل کو استعمال
کرنے والی لابی پر عائد ہوتی ہے۔ خط یہ ہے:

بہ خدمت جناب پروفیسر ہارون الرشید تقسیم صاحب و علمائے ربانی سرگودھا
السلام علیکم! اذعائے اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آپ دین کی خدمت کرتے
رہیں، مخلوق خدا آپ کے علم سے سیراب ہوتی رہے۔ ہمیں ایک ایسی جماعت سے مجاہدہ کا معرکہ
پیش آ گیا ہے جس نے ہمارے مسلک کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پیش کردہ سوالات
کے تحریری جوابات پیش کریں اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو ہمارا موقف جو سراپا حق ہے، قبول
کر لیں کہ یہی بات اہل حق کے شایان شان ہے۔

ہم نے مقامی علمائے الگ الگ رابطہ کیا اور انھیں صورت حال سے باخبر کر کے راہ فرمائی کی
البتہ کی۔ مگر ہر ایک نے تحریری جوابات دینے سے گریز کیا اور کچھ غنائے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ
اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو! انہیں نے جواباً عرض کیا کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ
میں بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے؟ تو مولانا صاحب خاموش ہو گئے۔ مزید نہیں نے عرض کیا کہ
اختلاف میں بھی ہمیشہ ایک فریق حق پر ہوتا ہے جب کہ دوسرا غلطی پر۔ تو اس مسئلہ میں بھی ہمیں
حق کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ خاموشی اور تذبذب کا راستہ تو اتفاق کی علامت ہے۔ اہل حق ہمیشہ حق

سوالوں کے جواب

سوال ۱: فرمان خدا ہے: اَیُّہَ مَنْ وَعَدَ اَنْ یُّقَتِّلَ کُلَّ ذِیْ اَیْمَانٍ جَہَنَّمِیّ ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے غلیظہ شد سے بھارت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کر یا وہ کس قدر اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہو گا۔ وہ آپ کے علم و اعتقاد میں شائق ہے۔ چینی؟

جواب: - اولاً: آپ نے جو فرمان خدا نقل کیا ہے اس کے بارے میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس شخص کے بارے میں ہے جو توبہ نہ کرے۔ (بیضاوی جلد ۱ ص ۲۳۱)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَ اَیُّہِیْ لَظْفَارٌ لِّمَنْ تَابَ۔
یعنی جو شخص توبہ کرے میں ضرور بخشنے والا ہوں۔ (حد: ۸۲)

اور حدیث شریف میں ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل نے جب بچے دل سے توبہ کی تو اللہ نے اسے بخش دیا۔ (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۹، السنن جلد ۱ صفحہ ۲۵۵)
یہ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس شخص کے لیے ہے جس نے مسلمان کے قتل کو حلال سمجھا۔ (ابن جریر جلد ۲ پارہ ۵ صفحہ ۲۶۶، بیضاوی جلد ۱ ص ۲۳۱)

ثانیاً: اہل کادار و مادہ نیت پر ہے۔ اچھی نیت سے اپنی لاش جلانے کی وصیت کرنے والا بخشا گیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۹)

اور نیت نیت سے نبھا کر نے اور علم پر اٹھانے والا جہنم میں گیا۔ (مسلم جلد ۱ ص ۱۳۰)
مواہلی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی نیت درست تھی۔ حضرت ابوذر اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کے لیے زبردست کوشش فرمائی۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا کہ میری جنگ صرف عثمان کے خون کی وجہ سے ہے۔ علی نے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں عثمان کے قاتلوں سے خون کا بدلہ دلوانیں، اہل شام میں سے سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ (البدایہ النہایہ ج ۲ ص ۲۸۹)

مواہلی خود فرماتے ہیں کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان اور کوئی اختلاف نہیں تھا، صرف

کو قبول کر کے اس کی تائید کرتے ہیں جب کہ باطل کو رد کر کے اس کی پُر زور تردید کرتے ہیں۔ یا تو ہم کبیر کے فقیر بن کر اللہ کی تخلیق کے قاتل بن کر نبوت دعوہ ہو چکے ہیں یا باطل کا جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے یا پھر ہم خدا اور قصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور حق کو قبول کرنے والے جذبہ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اسی صورت حال میں ہم ذلالت فحی لیاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں، جو ایمان موز اور تباہ کن ہے۔

آپ سے خداوند تعالیٰ علیہ السلام کے نام پر استعا ہے کہ ہماری راہ نمائی فرمادیں! ہمیں ان سوالات کے جوابات سے آگاہ فرمادیں تاکہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو۔ ہمیں توبہ کی کیفیت سے کمال کر لیتین کی منزل پر لائے! اگر آپ نے بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہماری راہ نمائی نہ فرمائی تو یہ زبردستی آپ جواب دو ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا مدد کھاؤ گے۔ علمائے ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔ حق کو چھپانا تو سب سے بڑا ظلم و تعدی ہے۔

حق کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ جب ہم اہل حق ہیں، تو کچھ خاموشی کا کیا مطلب۔ کیا باطل کی تردید ضروری نہیں؟ جب کہ دوسرا فریق دعوے سے کہتا ہے کہ آپ سوالات کے جوابات پیش کر کے حق کو سامنے لائیں، ہم قبول کر سکتے ہیں کہ قرآن و سنت میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

امید ہے آپ مایوس نہیں فرمائیں گے اور اہل حق ہونے کا ثبوت پیش کریں گے اور ہماری راہ نمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

طالب حق

غلام رسول نقشبندی

خطیب مرکزی جامع مسجد ریلوے روڈ، ممبیاں والی واضح رہے کہ خطا کے نائل پر جن صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے، ہم ان سے متعارف نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے انھیں سرگودھا کے علمائے شام ہوتے سنا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ان سوالات کے جواب ہم نے سائل کو ذاتی طور پر اس کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیے تھے، مگر انہوں نے اس کے باوجود سائل نے علم کی طرف وہی تھمے پئے سوالات بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ سائل کی اس حرکت سے ہم معاملے کی تھک بچنے چکے ہیں، مگر فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے سائل کے سوالوں کے جواب شائع کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔
یہ جوابات ہم نے سائل کو ذاتی طور پر بھیجے تھے، یہ مضمون ان کی نسبت زیادہ مفصل ہے۔

قون عثمان کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ (ماہنامہ "فتح" جلد ۱۲ ص ۲۳۰)

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اتنی قتل و غارت کے بعد بھی انھیں مسلمان قرار دیا ہے۔

حدیث فضیلیہ: (بخاری جلد ۱ ص ۱۵۳)

تھے حضور ﷺ نے مسلمان قرار دیں، ہمارے ہمارے اعتقاد میں وہ جنتی ہے اور جو جنتی اسے مفسوب، ملعون اور کفری کہے وہ خود مفسوب، ملعون اور کفری ہے اور حبیب کبریا ﷺ اسے نکلے رہا ہے۔

حال: حدیث پاک میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کی مدد کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں سری ماقات ابو بکر سے ہوئی، انھوں نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پتھر اور بھائی کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: اسے احنف! وہاں نہیں چلا جا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

إِذَا تَوَاجَعَا الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَلَا تَقَاتِلَا وَ الْمَقْتُولُ لِي الشَّارِبِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو قتل اور مقتول دونوں کفری ہیں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۳)

اس حدیث کو اگر آپ کی عینک سے پڑھا جائے تو دونوں طرف کے لشکر معاذ اللہ جہنم میں جا رہے ہیں اور احق پر کوئی بھی ہو۔ اور اگر یہاں تاویل ضروری ہے تو یہی تاویل حدیث مبارکہ میں بھی ضروری ہے۔

سوال 2:- قرآن و سنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف و جزا کیا ہے؟ کیا صبیہ اور باغی کو ایک ہی ذمہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور مردہ نہیں ہو وہ صحابی ہے۔

قرآن شریف میں اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے کہ

وَإِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ۔

یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو جو بغاوت کرتا ہے اس کے خلاف اس وقت تک جنگ

جاری رکھو جب تک وہ اللہ کے حکم کی حراست رجوع نہیں کرتا۔ (المغرب ص ۱۰)

اس آیت میں مومنین کے دو گروہوں کا ذکر ہے جو آپس میں لڑ پڑیں۔ حکم یہ ہے کہ مومنوں کا ایک گروہ، اگر مومنوں کے دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو مظلوم کا ساتھ دو۔ یہاں بغاوت کرنے والے کو بھی مومن کہا گیا ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہو اسے بھی مومن کہا گیا ہے۔ معلوم ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی ہونے کے باوجود مومن ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَيُغَوِّونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔

یعنی ظلم کرنے والے لوگ حق کے بغیر بغاوت کرتے ہیں۔ (بخاری ص ۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بغاوت حق پر ہوتی ہے اور دوسری بغاوت حق کے بغیر ہوتی ہے۔ یہی بات اہل لغت نے بھی لکھی ہے۔ امام رابع استغفاری رحمہ اللہ کی آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

فَصَحَّصَ الْمُغَوِّونَ بِبَغْيِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کے بغیر بغاوت کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(المغرب ص ۵۲)

اسی آیت سے لفظ بغاوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الْبَغْيُ قَدْ يَكُونُ مَحْمُودًا وَ مَذْمُومًا۔

یعنی بغاوت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ (المغرب ص ۵۳)

"المنجد" میں بغاوت کے دو معنی لکھے ہیں:

(۱) تلاش کرنا یا مطالبہ کرنا

(۲) ظلم اور ناراضگی کرنا۔ (المغرب ص ۹۷)

قرآن اور سنت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ باغی کا لفظ وسیع ہے اور ہر باغی کا فراور چٹھی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ کا اطلاق مومنین صادقین پر بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بغاوت کے باوجود مجتہد تھے، لہذا ان پر کوئی گناہ نہیں۔ لکن ہم مجتہدون فلا اثم علیہم۔ (شرح ترمذی جلد ۲ ص ۳۶۶)

تایا، باغی کا معنی کچھ بھی ہو، نبی کریم ﷺ اپنے کسی غلام کے لیے یہ لفظ استعمال فرمائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ سے ہیں اور چھوٹوں کو تنبیہ اور سب کر سکتے ہیں۔ جس طرح

اللہ کریم نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وَعَصِي اَدَمُ رَجُلًا قَوِيًّا (نور)

اس آیت کا ترجمہ علانیہ اس طرح فرمایا ہے کہ آدم سے اپنے رب کے حکم میں اغوش واقع ہوئی تو وہ مطلب چاہتا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (ترجمہ کنز الایمان، اعلیٰ حضرت)

حالانکہ قرآن کے اصل الفاظ عَصِي اور قَوِيٌّ ہیں۔ عَصِي کا لفظی معنی ہے: نافرمان ہوا، اور قَوِيٌّ کا لفظی معنی ہے: کمزور ہوا۔ کیا آپ یہ جرات کر سکتے ہیں کہ جس طرح آپ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے لفظ کی وجہ سے باغی کہا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی۔ معاذ اللہ۔ حاشی اور غادی کہہ دیں؟

اگر یہاں ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت تاویل پر مجبور کر دی ہے، تو اسی طرح ہمیں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور ان کے فضائل تاویل پر مجبور کر رہے ہیں۔

چنانچہ جسے ہم صحابی کہہ رہے ہیں اور آپ باغی و مرتد ثابت کر رہے ہیں اسی کو نبی کریم ﷺ نے سوا اعلیٰ سے جنگ لڑ چکے کے بعد مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری ۵۳۰/۱)

لہذا نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے مطابق وہ صحابی ہی تھے، باغی و مرتد نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو، وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ (بخاری ۵۳۱/۱)

لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، باغی اور مرتد نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہو چکی ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں ان کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے۔ فی ہذا التَّحْدِثِ مُنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ۔

(حاشیہ بخاری جلد ۶ صفحہ ۴۱)

لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں نہ کہ مرتد۔ اور جو شخص اتنی بھر بیعت کے باوجود امیر معاویہ پر زبان درازی کرتا ہے، وہ خود باغی ہے اور مرتد ہو کر مرے گا۔ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنْتُهُ بِالْحَرْبِ۔ ”جو اللہ کے ولی سے عداوت رکھتا ہے اس کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔“

سوال 3:- احادیث متواتر و کاملاً متشابه قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد و عمل ہدایت ہے یا گمراہی؟

جواب:- حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر نہیں۔ اور اگر اسے کسی نے متواتر کہہ بھی دیا تو بالتحقیق اس حدیث کا تواتر ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اس حدیث کے تواتر پر آپ کا وثوق آپ کی خود غرضی اور عدم تحقیق کا بہترین مظہر ہے۔

اور اگر یہ حدیث متواتر ہو بھی تو پھر کیا ہوا؟ کس بد بخت نے اس حدیث کا انکار کیا ہے؟ انکار تو ہم صرف اس مفہوم کا کر رہے ہیں جو آپ نے پوری امت کے خلاف محض اپنی ذاتی رائے سے کشید کر لیا ہے۔ بتائیے! اس حدیث سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟

بعض اوقات بغاوت کرنے والا ظالم ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل باغی ظالم تھے۔ کبھی ظلم دان اور بغاوت کرنے والے دونوں مجتہد ہوتے ہیں اور محض نیک نیکی کی بنا پر

جنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ سوا اعلیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ ہوئی اور سوا اعلیٰ و سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جنگ ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق حق پر تھیں۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے جس فوج کو باغی گروہ قرار دیا ہے فیصلہ باغیہ (مسلّم جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

۱) فوج کو مسلمان گروہ بھی قرار دیا ہے فتنین من المسلمین (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱) اور سوا اعلیٰ کریم اللہ وجہہ انکریمہ فرما رہے ہیں کہ یہ محض برادرانہ اختلاف تھا۔ (ماہل، نصح الملائعہ صفحہ ۴۱)

سوال 4:- اجتہاد کی تعریف: اجتہاد کب روا ہے؟ اجتہاد بالقلم یا بالسيف ہے؟ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے، جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد و اپنی صریح خطا کا علم و یقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسئلے کا حل قرآن و سنت اور اجماع میں نہ ملے قیاس کے ذریعے اس کا حل نکالنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ واضح حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجتہد کے لیے قرآن و سنت کا عالم ہونا اور باہمی مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔

مجتہد کو اپنی خطا کا علم ہو جائے تو اس پر رجوع کرنا لازم ہے، لیکن اگر اسے اپنی خطا کا علم نہ ہو سکے اور وہ خود کو حق پر ہی سمجھ رہا ہو تو اس کی خطا معاف ہے بلکہ اسے اجتہاد کی خطا پر بھی اجر ملے گا۔ (مسلّم بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

ثانیاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سوا اعلیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ واقعی اجتہادی تھا اور اس میں غلط فہمی کی واضح گنجائش موجود تھی اور صرف امیر معاویہ ہی نہیں بلکہ ائمہ المؤمنین رضی اللہ عنہم میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا۔ مجتہد کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا یا

اس سے رجوع کر لینا ایک الگ بحث ہے۔

ثالثاً: اجتہاد کی شرائط کچھ بھی ہوں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو مجتہد (فقہیہ) قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳)

لہذا یہ سوال آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھیے کہ مجتہد کی شرائط کیا ہیں اور آپ نے معاویہ کو فقہیہ کیوں قرار دیا ہے۔

ملا فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا لہذا کسی پر کوئی گناہ نہیں۔ قال العلماء: الخ۔

(تواریخ مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

پہلی بحث کی، وہی کتاب ”شرح عقائد کلمتی“ میں ہے کہ

قلہ محامل و تاویلات۔ (شرح عقائد کلمتی صفحہ ۱۶۳)

علامہ ابن جریج لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا۔ (تظہیر ایمان صفحہ ۲۵)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

کان عن خطاء فی اجتہادہم۔ (شرح فقہ کبیر صفحہ ۶۵)

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا۔ (نیراس صفحہ ۲۰)

امام عبد الوہاب شہرانی لکھتے ہیں کہ

کل مجتہد مصیب او المصیب واحد و المخطی معلوم بل ماجور۔

(البراہین والحوایر صفحہ ۲۳۵)

فرمائیے! جس مسئلے کے اجتہادی ہونے کا اشارہ حدیث میں موجود ہے۔ دعو اھما

واحدہ۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی اسے اجتہادی سمجھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اختلاف صرف

خون عثمان میں تھا۔ (فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۳۳)

اور اسی لیے فرماتے ہیں کہ دونوں طرف کے متتول غلطی ہیں۔ (طہرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۹)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ پوری امت کو اجتہادی نظر آ رہا ہے آپ کی فساد کی نگاہ کو اس کا

اجتہادی ہونا کیوں دکھائی نہیں دیتا؟ پہلے آپ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا علی رضی اللہ عنہما پوری امت کے

علا کے مقابلے پر اپنی اوقات، علم اور قوت فیصلہ کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمائیں!

سوال 5- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بالواسطہ یا بالواسطہ گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا،

بغض و عداوت رکھنے والا، نافرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق و مرتد؟

جواب: ۱- علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اس بیت اطہار رضی اللہ عنہما کو دی جانے والی وہ گالی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے گی اس سے مراد یہی گالی ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا، تصریح نافرمانی کرنے والا کافر ہے، اگر پہلے مسلمان تھا تو اب مرتد ہو جائے گا۔

۳- نبی کو گالی دینے اور صحابی کو گالی دینے میں یہ فرق ہے کہ نبی کو گالی دینا کفر و ارتداد ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ جب کہ صحابی کو گالی دینا فسق و فجور ہے اور اس کی سزا کوڑے مارنا ہے۔ (افتا جلد ۴ صفحہ ۱۹۶)

یہ ایک عام آدمی کی بات ہو رہی ہے کہ اگر ایک عام آدمی صحابی کو گالی دے تو اسے کوڑے مارے جائیں۔ لیکن اگر صحابہ کا آپس میں کوئی اختلاف ہو جائے اور ایک صحابی دوسرے صحابی کو

گالی دے تو یہ صورت حال بالکل مختلف ہے۔ دونوں طرف صحابی ہیں اور چوٹ برابر کی ہے، اگرچہ درجہات کافرق کمی۔ یہاں ہمارے لیے مجھ بند رکھنا لازم ہے۔

۴- مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما نے مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کبھی گالی نہیں دی۔ عربی زبان میں گالی کو بھی ”سب“ کہتے ہیں اور ناراضگی یا ذلت

ذہٹ کرنے کو بھی سب کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ دو آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب کیا۔ فَسَبَّھُمَا النَّبِیُّ ﷺ۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر میں کسی مسلمان کو

سب کروں یا اس پر لعنت بھیجوں تو اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دینا اور رحمت میں تبدیل کر دینا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۳)

کیا کوئی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو گالی دی ہوگی؟ معلوم ہو گیا کہ عربی زبان میں سب و شتم سے مراد کسی سے ناراضگی کا اظہار بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت مولا

علی کو سب کرنے سے کیا مراد تھی؟ اس کے بارے میں بھی حدیث سن لیجیے!

ایک آدمی نے حضرت کحل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مدینہ کا قلاں امیر منبر پر کھڑا ہو کر حضرت علی کو

گالیاں دیتا ہے۔ حضرت کحل نے پوچھا: وہ کیا الفاظ کہتا ہے؟ اس نے کہا: وہ حضرت علی کو ”ابو

تراب" کہتا ہے۔ حضرت سہل بن ہنس پڑے اور فرمایا: اللہ کی قسم اس دم سے انھیں خود حضور ﷺ نے پکارا ہے اور خود حضرت علی کو یہ نام سب سے زیادہ پیارا تھا۔ (بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۵۵)

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں حضرت معاویہ کی بات ہی نہیں ہو رہی۔ یہاں مروان بن حکم کی بات ہو رہی ہے جو مدینہ کا گورنر تھا۔

اس قسم کی باتیں جب متعصب اور قبیحہ باز شیعوں کے ہاتھ لگیں تو انھوں نے ایسی ہی باتوں کو پانچ کلائی اور برادرانہ نوک جھوک کو گالیاں بنا ڈالا اور تاریخ کی کتابوں میں لکھ ڈالا۔ سب کا ترجمہ گالی پڑھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید خدا غواستہ ماں بہن کی گالیاں دی گئی ہوں گی، حالانکہ کوئی مائی کلائی تاریخ کی کتابوں میں ایسی گندی گالیاں نہیں دکھا سکتا۔

سوال 6:- خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔ فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

جواب:- خلیفہ راشد کی خلافت تحقیق ہو جانے اور طے پا جانے کے بعد اس کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چونکہ عدم اطاعت کے لیے خون عثمان کے سبب تاویل موجود تھی اور اس وقت تک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم بھی نہیں ہوئی تھی کہ نہ فرمانی فرض نہ ترک بھرتی۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جھٹ سے بدتمیزی کرنے کی بجائے ادب اور احتیاط کا دامن تھا اس ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

فَقَدْ أَخَذَ بِشَيْءٍ وَأَنَا مِنْهُمْ عَنْزٌ زِنْ أَخْبَلَهُمْ قَهْوٌ عِنْدِي عَلَى هَذِي۔

یعنی صحابہ کے اختلاف کے باوجود اگر کوئی شخص کسی ایک کی بھی پیروی کر لے گا تو وہ اللہ کے نزدیک ہدایت پر سمجھا جائے گا۔ (مسند صفحہ ۵۵۲)

روافض کی کتاب "احتجاج طبری" میں ہے کہ

اِخْتِلَافٌ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ۔

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔ (احتجاج طبری جلد ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶)

حضور کریم ﷺ نے صحابہ کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے اور آپ اس اختلاف پر انھیں جہنم واصل کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن مولیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دسترخوان پر موجود ہوں اور آپ کی بدتمیزیاں آپ کے گلے کا پھندا بن چکی ہوں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ عَنَّا مَا فِي صَلَواتِهِمْ مِنْ عَلِيٍّ اِخْوَانًا عَلَي سُرٍّ مُتَقَابِلِينَ۔

یعنی ہم ان کے دلوں سے ناراضگیاں ختم کر دیں گے، وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور ایک

دوسرے کے آمنے سامنے چٹخوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (حزب ۴۷)

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیر رکھتا ہوں کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان انھی لوگوں میں شامل ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔

(تذکرہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۲، الہدایہ النہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، بے غرہ نقیر)

سوال 7:- ایک صاحب ایمان تمام ارکان و فرائض اسلام و جمیع ضروریات دین و ایمان پر پختہ یقین و اقبال رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیرو کار ہے۔ امیر معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد و ایمان و علم میں تکمیل ایمان کا دار و مدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن و سنت میں اس کے جواز میں کیا دلائل ہیں؟

جواب:- یہی بات ایک قادیانی، خارجی اور افضی بھی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی ان سب چیزوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر اپنی مرضی کی صرف ایک ڈنڈی مارتے ہیں اور یہی حال آپ کا بھی ہے۔

ثانیاً: آپ نے سوال میں اپنے آپ کو صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیرو کار لکھا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کے بعد آپ کی یہ بات جھوٹی ثابت ہو گئی۔ نیز آپ نے سوال نمبر گیارہ میں لکھا ہے کہ خدی و متعصب ملاں و صوفی معاویہ کی حمایت پر مصر ہے۔ یہ جملہ لکھنے کے بعد آپ خود کو اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیرو کار کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ پرانے اولیا کو ماننے ہیں تو ان اولیا رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی وہی تھا جو ہمارا عقیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمرو بن شریحیل ہمدانی، حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے روحانی مشاہدات اور عقائد ہم عمر قریب بیان کریں گے۔ یہاں ذرا ولیوں کے سردار حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی سن لیجیے!

آپ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ: تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ

سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو جاہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔ (نذیہ المائیں صفحہ ۱۸۶)

اولیائے امت مل کہ تمام اولیاء کے سردار جو کچھ فرما رہے ہیں وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ ان اولیاء کو چھوڑ کر خدا جانے آپ کون۔ سے اولیاء کے پیروکار ہیں۔

چلا: حبیب کریم ﷺ نے فرمایا کہ

دَعُوا إِلَيَّ أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي۔

”میری خاطر میرے صحابہ اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہا کرو!“

اگر امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) آپ کو صحابی نظر نہیں آئے تو کم از کم محبوب کریم ﷺ کے سسرال رشتے کا بھی حیا کر لیا ہوتا۔

راجا: ایمان کا دار و مدار قرآن و سنت کو ماننے، صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ادب کرنے اور دیگر بہت سی باتوں پر ہے۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی اسی دار و مدار کا ایک حصہ ہیں جس طرح کسی بھی دوسرے صحابی کو گالی دینا یا جہنمی کہنا خود جہنمیوں والی حرکت ہے اسی طرح امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بھی گالی دینا یا جہنمی کہنا دوزخیوں والی حرکت ہے۔

ایک صحابی رسول جو اللہ کو بالکل اسی طرح مانتا ہے جس طرح مولا علی مانتے ہیں، مولا علی ہی کی طرح نبی کریم ﷺ کو مانتا ہے، مولا علی ہی کی طرح ایمان رکھتا ہے اور اسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مولا علی خود فرمائیں کہ میں اس سے اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں زیادہ نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھ سے زیادہ ہے، ہمارا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے، اختلاف صرف خون عثمان میں ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں۔ (الحج البلاۃ صفحہ ۴۴۲)

تقریباً یہی بات بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ تَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ وَ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (بخاری: جلد ۲ صفحہ ۳۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ان دو

گروہوں سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ

إِخْوَانُنَا بَعَثُوا عَلَيْنَا۔

یعنی ہم پر بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔

(کنز الدقائق جلد ۸ صفحہ ۱۷۱، مجمع المبعثات جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

یہی حدیث شیعہ کی کتاب ”قرب الاسناد“ میں بھی موجود ہے۔ (قرب الاسناد جلد ۲ صفحہ ۳۵)

تو اب آپ بتائیے کہ ان صاف اور سیدھی باتوں کے باوجود امیر معاویہ کو گالیاں دینے کے لیے آپ کے پاس قرآن و سنت میں کیا دلائل موجود ہیں؟ جس شخص کو مولا علی ایمان اور اسلام میں مکمل طور پر اپنے جیسا قرار دیں، اُسے اپنا بھائی کہیں، نبی کریم ﷺ بھی اُن کی برادری کی تصدیق فرمائیں اور اُسے مسلمانوں کے گروہ میں سے قرار دیں، اُسے جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانے کا شوق آپ پر کیوں سوار ہے؟

نبی کریم ﷺ نے مولا علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ مولا علی فرما رہے ہیں کہ معاویہ ہمارا بھائی ہے۔ اب بتائیے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کون سا رشتہ ثابت ہوا؟ دوسری طرف امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی ہم شیرہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دینی رشتہ کے علاوہ برادر نسبتی ہونا بھی شک سے بالاتر ہے۔ اب بتائیے کہ امیر معاویہ کو گالی دینا نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ نہیں؟

اب ذرا اپنے سوال کا جواب عظیم القدر تابعین کی زبانی لفظ بہ لفظ سن لیجیے امام زہری (رحمۃ اللہ علیہ) کو اہل بیت سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ بعض لوگوں نے ان پر شیعہ ہونے کا شک کر دیا ہے۔ یہی امام زہری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید ابن مسیب (رضی اللہ عنہ) سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا: اسے زہری اس لے! جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت پر مراء اور اس نے گواہی دی کہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں اور امیر معاویہ سے رحم دلی کا رویہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کا مزدوار ہے کہ اس سے حساب نہ مانگے۔ (البدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم نے حمیرہ فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی مثال صحابہ کرام کے لیے ایک پردے جیسی ہے۔ جس شخص نے آپ پر زبان درازی کر دی، اس کی گھجک اتر گئی اور اس کے لیے باقی صحابہ پر زبان درازی کا دروازہ کھل گیا۔ (البدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں قتل نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک معاویہ میں عیب نکالتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا براہو! کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ آپ نے یہ بات سن کر فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک نیرہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت پتھر مارا گیا تھا۔ کسی نے مار دیا ہے۔

(الہدایہ النبیہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

اب آپ خود سوچ لیجیے کہ ایمان کی تکمیل کا دار و مدار امیر معاویہ پر ہے یا نہیں۔

سوال 8:- إِنَّ اللَّهَ خَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلَى مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ بَيْتِي أَوْ قَاتَلَهُمْ أَوْ آغَاوَى عَلَيْهِمْ أَوْ مَاتَهُمْ۔

”بے شک اللہ نے حرام کر دیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے والے کی اعانت و مدد کی یا ان کو لگا دی۔“

یہ سب کام معاویہ نے کیے۔ اس حدیث کی رو سے معاویہ کے جہنمی ہونے میں قطعاً شک نہ رہا، لیکن حواری ملاں اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھنڈت گھسیٹ کر جنت لے جانے کی کوشش میں کامیاب ہوں گے یا خود بھی اس کے ساتھ جہنم کا بندھن بنیں گے؟

جواب:- اذنا! آپ نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔

ثانیاً: اہل بیت کی تین اقسام ہیں:

سب سے بڑی اور حقیقی قسم اہل بیت ہے وہ ازواج مطہرات اور چار شہزادیاں ہیں۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا سورۃ احزاب میں نص سے ثابت ہے۔

دوسری قسم داخلی اہل بیت ہے جن میں مولیٰ علی اور حسین رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

تیسری قسم باقی اہل بیت ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے منتخب لوگ۔

(سنن ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

اب آپ بتائیے جب مولیٰ علی اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی جنگ ہوئی تو دونوں طرف اہل بیت تھے کہ نہیں؟ اور سیدہ صدیقہ اعلیٰ درجہ کی اہل بیت ہیں کہ نہیں؟ اہل بیت ہونے

کے ساتھ ساتھ وہ مولیٰ علی کی ماں تھیں کہ نہیں؟ اور قرآن کے مطابق ماں کو ناف کہنا بھی منع ہے کہ نہیں؟ اب آپ کا مولیٰ علی پر کیا فتویٰ ہوگا؟

ہمارے نزدیک اس جنگ میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا تھا اور اس جنگ میں بھی تحقیق کے لحاظ سے مولیٰ علی کا موقف درست تھا مگر فریق ثانی ان سے بڑھ کر اہل بیت تھا۔ ان کی شان میں بدتمیزی کرنا بدچہرہ اولیٰ منع ہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے درمیان ناراضگی کا ذکر قرآن میں موجود ہے، چھوٹا بھائی اپنے بڑے پیغمبر بھائی سے ناراض ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو داڑھی مبارک سے اور سر کے بالوں سے پکڑ لیا۔ (حاصل ۱۱: ۹۳)

لیکن چوں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے لہذا ہمیں ادب کی وجہ سے خاموش رہنا چاہیے۔ مولیٰ علی اور سیدہ صدیقہ میں ناراضگی ہوگئی۔ (عام کتب چرچ)

مولیٰ علی اور سیدۃ النساء میں جھگڑا ہوا اور سیدۃ النساء کو ٹھکرانی کریم ﷺ کے ہاں چلی گئیں۔ اس موقع پر پی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ آغَضَيْتُهَا آغَضَيْتُنِي۔

جس نے غلطی کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱)

اگر آپ میں معمولی بھی خدا خوفی اور اعتدال کا مادہ موجود ہے تو اس خطرناک صورت حال میں خاموشی کو ترجیح دیں گے اور اگر قسمت پھٹ چکی ہے اور بدتمیزی غالب آگئی ہے تو بھاری بھالی کے خطرناک تاروں میں انگشت زنی کرتے رہیے۔ اہل سنت ایسے معاملات میں ادب کی وجہ سے خاموش رہا کرتے ہیں۔

ثالثاً: حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے اہل بیت سے جنگ کی اس کے ساتھ میری جنگ ہے اور جس نے ان سے صلح کی اس سے میری صلح ہے۔ آپ کو حضرت امیر معاویہ کا مولیٰ علی سے جنگ لڑنا تاریخ میں نظر آگیا ہے تو فرمائیے کہ اس جنگ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا نظر کیوں نہیں آیا؟

سوال 9:- من عادى لي ولياً فقد اذنته بالحرب یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت

و مخالفت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ تو جس نے عمر بھر امام الاولیا سے جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتا اور کرتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلان جنگ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔

ایسے شخص پر اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

جواب:- مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا مِلَّيْ مَوْلَايَ کا خصوصی نام نہیں ہے، بل کہ جس طرح مولا علی اللہ کے ولی ہیں اسی طرح امیر معاویہ بھی اللہ کے ولی ہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور ہے۔ درجات اور مراتب کا فرق جس طرح انبیاء عظیم میں پایا جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرام بھی سارے ایک جیسے نہیں ہیں۔

آپ نے یہ حدیث اس مفروضے کی بنا پر نقل کی ہے کہ امیر معاویہ اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ یہ آپ کا خانہ ساز مفروضہ ہے جس کی تردید ہم ساتھ ساتھ کرتے آ رہے ہیں۔ اور یہ جنگ ایک ولی کی دوسرے ولی کے ساتھ تھی جس طرح اہل بیت کی باہمی رنجش تھیں۔ اللہ کے ان پیاروں پر باہمی جھگڑوں کے باوجود رحمت ہی رحمت ہے اور انہیں برا کہنے والوں پر اللہ کا غضب ہے خواہ رافضی ہوں یا خارجی۔

سوال 10:- ”مومن علی علی سے محبت کرے گا اور منافق علی علی سے بغض رکھے گا۔“

معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ و جدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور کہنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی روشنی میں معاویہ مومن ہے یا منافق؟

جواب:- امیر معاویہ کے دل میں مولا علی کا بغض نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ جنگ و جدال بغض کی بنا پر تھا۔ جس طرح سیدنا موسیٰ و سیدنا ہارون علیہ السلام کے دلوں میں ایک دوسرے کا بغض نہ تھا، مگر حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور جس طرح مولا علی کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بغض نہ تھا، مگر پھر بھی جنگ ہوئی اور سیدہ عائشہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔

معلوم ہوا کہ جنگ یا جھگڑے کے لیے بغض کا ہونا ضروری نہیں۔

ثانیاً یہ حدیث ترمذی میں ہر صحابی کے بارے میں بھی موجود ہے کہ

مَنْ أَحْبَبَهُمْ فَيَحِبِّي أَحِبَّهُمْ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَيَبْغِضِي أَبْغَضَهُمْ۔

(ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۳)

سوال 11:- ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔ جب

نہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا استخار ملت

کو پروان چڑھا کر استخار ملت کو چاہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بنا قائم کرنے والا۔ قاتل آل و اصحاب باغی کا کردار یزید کے کثوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ یہ ایں ہمہ خدائی و متعصب ملاں و صوفی یزید اول (معاویہ) کی حمایت پر مبنی ہے۔ کیا یزید اول (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار و کثوت میں مماثلت نہیں ہے؟

جواب:- اولاً: آپ کے یہ قول جب ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی ہونے پر اجماع ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ وہی اہل حق امیر معاویہ کے جہنمی ہونے پر متفق کیوں نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ ہی کے یہ قول امیر معاویہ یزیدیت کا بانی اور یزید کے کثوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ اس کے لیے آپ کو کھینچا جانا ہی اور محنت کیوں کر نہ پڑ رہی ہے۔ آپ کم از کم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو اہل حق مانتے ہی ہوں گے۔ ہمیں بتائیے کہ انھوں نے چھوٹے یزید کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی اور بڑے یزید کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ یہ سوال حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر وارد کیا جا رہا ہے۔ (کشف المحجوب ص ۶۷)

آپ اپنے سوال نمبر 7 میں اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے اور پیروکار ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ لہذا حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے امیر معاویہ کو اہل حق مان لیجیے ورنہ اولیاء اللہ کی پیروی کا فریب دینا چھوڑ دیجیے!

ثانیاً: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید اول، بدتر ایمان سوز اور دین کش کہا ہے۔ ہم یہ معاملہ اللہ و الجلال کے سپرد کرتے ہیں جو بڑی غیرت والا قہار ہے۔ فَسْتَغْلِبْهُمْ أَوْ يَغْلِبْهُمْ اللَّهُ وَلِلَّهِ الْفَتْحُ۔

ہم زیادہ سے زیادہ حبیب کریم رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یہی عرض کر سکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ۔ صحابہ کو گالیاں دینے والوں! تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

(ترمذی ج ۲ ص ۲۵۵)

ثالثاً: امیر معاویہ اور یزید کے کردار میں آپ کی موعوبہ مماثلت نہیں ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مولا علی فرماتے ہیں کہ میں امیر معاویہ سے بہتر نہیں۔ بل کہ ہم میں مکمل مماثلت ہے۔ مولا علی نے امیر معاویہ کو اپنا مماثل قرار دیا ہے (صحیح ابی داؤد ص ۴۴۴)

اور آپ انھیں یزید کا مماثل بل کہ اس سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ ملا کر جواب

دیتے۔ آپ نے مولانا کو کیا کہہ دیا ہے؟ معاذ اللہ!

سوال 12: لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَاتَّقُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

”اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ! اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔“

تو کیا ایک باغی دین و ملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟ اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کھڑ نہیں؟

جواب:۔ امیر معاویہ باغی دین و ملت نہیں ہیں، بل کہ صحابی ہیں۔ ہم حدیث شریف لکھ چکے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف رحمت ہے۔ (مکملہ ص ۵۵۲، استخراج طبری جلد ۲ ص ۱۰۶، ۱۰۵)

اور جنگ کے باوجود امیر معاویہ مسلمان ہیں۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں صحابی بھی مانا ہے اور فقہ بھی۔ (بخاری جلد ۲ ص ۵۲)

لہذا امیر معاویہ کو صحابی کہنا حق و باطل میں تلخیس نہیں ہے، بل کہ انھیں باغی دین و ملت کہنا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ و برصیح حدیث سے نکل لینا ہے۔ مولانا اور امیر معاویہ دونوں حق ہیں جب کہ یہ باطل ہے، امیر معاویہ کو یہ پزیر کے ساتھ ملنا حق و باطل کی تلخیس ہے۔

اس سوال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو صحابی ماننے سے حق و باطل کی تلخیس ثابت کرنا اور پھر اس پر وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کو چسپاں کرنا جو اس موضوع پر بہ طور نص وارد ہی نہیں ہوئی اور پھر امیر معاویہ کو صحابی ماننے کو اس آیت کے انکار کے مترادف قرار دینا ایسی حرکت ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ سوال گھڑنے والا آدمی یا نولد عالم نہیں ہے۔ اس طرح کی جاہلانہ حرکتیں بعض دوسرے سوالوں میں بھی پائی جاتی ہیں جن پر ہم نے بحث نہیں کی بل کہ خود حسن ظن سے کام لے کر مسائل کے مفہوم کو سیدھا کر لیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ مسائل نے صرف اس ایک موضوع پر چند کتابیں پڑھ لی ہیں اور کسی بدقیمر کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے کی وجہ سے منہ پھٹ ہو گیا ہے۔

مسائل کو جہالت کی وجہ سے اصل سوال اٹھانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ ذیل میں ہم ازراہ احسان دو سوال خود اٹھا کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:۔ حدیث عمار کے آخری الفاظ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَتَدْعُونَكَ إِلَى النَّارِ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمار کا موقف جنتیوں والا تھا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف جہنمیوں والا تھا۔ نیز یہ حدیث فضیلت سیدنا علی رضی اللہ عنہما پر نص ہے اور نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد

کرنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اَوَّلًا: یہ حدیث ضعیف ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”فتح الباری“ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَمْرُ كَذَلِكَ لَمَّا فِي سَنَدِهِ ضَعِيفًا بِسَقَطِ الْإِسْتِدْلَالِ بِهِ۔

یعنی بات اسی طرح ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے جس کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال ساقط ہوتا ہے۔ (تلمیح ابن حجر ص ۲۵)

فرمایے! آپ نے ضعیف حدیث کو نص کیسے کہہ دیا؟

ثانیاً: حضرت عمار رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے سے پہلے کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ اسی جنگ میں شہید ہوں گے؟ ان کی شہادت سے پہلے یہ حدیث اجتہاد سے منع کرنے والی نص کیسے ٹھہر گئی؟ بل کہ اس شہادت کے واقع ہونے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ اجتہاد میں مولانا علی حق پر تھے، چنانچہ حضرت مولانا علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیدنا علی کا اجتہاد صحیح ہونا اور سیدنا معاویہ کا اجتہاد صحیح نہ ہونا حضرت عمار والی حدیث سے واضح ہوا۔ ومما يدل على صحة اجتهداه وخطأ معاوية نص في مراده النسخ۔ (شرح فقہ ابن حجر ص ۲۵)

باقی رہی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی فضیلت، تو یہ اجتہاد ان کی فضیلت اور مناقب کے بارے میں نہیں تھا بل کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے بارے میں تھا۔

ثالثاً: ان الفاظ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہما کے قاتلوں کے لیے جہنم کا تحقیق ثابت ہو رہا ہے۔ شرط ہے کہ قاتلوں کی بخشش کا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بخشش کے بے شمار اسباب موجود ہیں۔ مثلاً جس مسلمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ ہر گز جہنم میں نہیں جائے گا۔ (ترمذی، مکملہ ص ۵۵)

حدیث قطعیہ (بخاری جلد ۲ ص ۴۱) سیدنا امام حسن سے صلح والی حدیث (بخاری جلد ۲ ص ۵۲) وغیرہ راجعاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

إِذَا تَوَاجَعَ الْمُسْلِمَانِ يَسْتَفِيهِمَا فَلِالْقَاتِلِ وَالدُّعُوْلِ فِي النَّارِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور دعوتی دونوں جہنمی ہیں۔ (مسلم ۴۳۸۹، بخاری ۹/۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایسا قاتل اور مقتول مراد ہیں جن کے پاس جنگ کے لیے کوئی تاویل اور بہانہ موجود نہ ہو اور ان کی جنگ محض تعصب کی بنا پر ہو۔ اور ان کے جہنم میں جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ جہنم کے حق دار ہوں گے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور اس طرح کی تمام احادیث میں یہی تاویل ضروری ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئی ہیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور ان کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دی جائے اور ان کی جنگوں کے بارے میں تاویل سے کام لیا جائے۔ صحابہ مجتہد تھے اور ان کے پاس جنگ کی مقتولی وجہ موجود تھی۔ انہوں نے نافرمانی کا ارادہ ہرگز نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کے لیے جنگ لڑی ہے بل کہ ہر فریق نے یہی سوچا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اور اس کے خلاف جنگ لڑنا واجب ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ ان میں سے بعض کا موقف درست تھا اور بعض کو غلطی لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس غلطی میں معذور تھے۔ ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اور مجتہد سے جب خطا ہوتی ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگوں میں حق پر تھے۔ یہ ہے اہل سنت کا مذہب۔ ایسی صورت حال میں فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی اچھی نامی تعداد خیریت کا کارٹھی، وہ دونوں گروہوں سے الگ ہو کر کھڑے رہے اور کسی کی طرف سے بھی جہاد میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ حق کس طرف ہے تو وہ ضرورت حق کا ساتھ دیتے اور پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوتے۔ (شرح نووی ج ۱ ص ۳۹۰)

امام نووی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث عمار کو اگر اس موضوع پر نص سمجھا گیا ہوتا تو بے شمار صحابہ ہرگز غیر جانب داری اختیار نہ کرتے۔

اگر حدیث عمار کو اس کے ظاہر پر رہنے دیا جائے اور ایک گروہ کو جہنمی کہا جائے تو ہماری فحش کردہ بخاری اور مسلم کی متفقہ حدیث دونوں گروہوں کو معاذ اللہ جہنمی بنا دے گی۔ اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ آپ کو ان احادیث میں تاویل منظور ہے یا مولیٰ علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانا منظور ہے۔

میں نہیں کہتا کہ ایسا کیجیے! جو لگے آسان دیکھیے!

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چوتھ حدیبیہ سے اگلے سال یعنی سات ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارک کے ہال کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی ہم شیرہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا تمام مؤمنین کی ماں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان کی ہم شیرہ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ساس ہیں۔ آپ نے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ سب سے پہلا بخاری بیڑا تیار کر لیا۔ چالیس سال تک مسند اقتدار پر فائز رہے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تیسٹھ احادیث روایت فرمائی ہیں جن میں سے بعض صحیح بخاری جیسی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں: سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو برداء، جریر الجعفی، نعمان بن بشیر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم۔

بخاری شریف میں فضائل:-

۱- ایک زبردست حدیث جو عشاق کے مذہب و مسلک کی جان ہے:

اِنَّمَا اَنَا قَائِمٌ وَاللّٰهُ يَعْطِي

یعنی اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

اس کے راوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری جلد ۶ ص ۱۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری چالیس احادیث میری امت تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہ ذات خود صحابی اور فقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی روشنی میں فقیہ کے درجے کو پہنچانے والی چالیس احادیث سے چار گنا زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

ع یہ مرتب بلند ما جس کوئی گیا

۲- ”صحیح بخاری“ میں حدیث ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بیٹا حسن میری امت کا سردار ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری جلد ۶ ص ۵۲)

اس حدیث میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک گروہ امام حسن کا اور دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان دونوں میں صلح اس وقت ہوئی تھی جب مولا علی اور امیر معاویہ جن کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور حضرت فاروق بن ابی جراح شہید ہو چکے تھے۔ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے باوجود محبوب کریم ﷺ نے شہید کرنے والوں کو فِتْنَةٌ مُسْلِمَةٌ کہا ہے۔ یعنی مسلمان گروہ۔

۲- اسی صحیح بخاری میں ایک اور حدیث اس طرح ہے کہ

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ فَقَدْ أَوْجِعُوا۔

یعنی میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا اُن پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۰)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور درست منقبت موجود ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی منقبت موجود ہے۔ یعنی هَذَا الْحَدِيثُ مَنْقِبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ۔

(مشہد بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۰)

لطف کی بات یہ ہے کہ فاروقی حضرات اسی حدیث کے الفاظ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ سے مزید کا مَغْفُورٌ ثابت کرتے ہیں اور فاروقی حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنتی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ یہ دونوں انتخاب سندوں لے ہیں جب کہ اہل سنت کا مسلک ان کے بین بین ہے اور اہل اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

”مستدرک حاکم“ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

لَفَتَحَنَ الْقِسْطَ نَظِيهٍ وَلِنَعْمَ الْاَمِيرُ امِيرُهَا وَلِنَعْمَ الْجَيْشُ ذَالِكِ الْجَيْشِ۔

یعنی قسط نظیہ ضرور بر ضرور فتح ہوگا اور اس کا امیر کی ہی اچھا امیر ہے اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی تائید کر دی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۶ صفحہ ۲۲۸)

”مستدرک“ کی یہ حدیث عقیدہ اہل سنت کے لیے آپ حیات سے کم نہیں۔

۳- حبیب کریم ﷺ نے ایک مرتبہ عافریہ کی

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَاہِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ بَيْتِنَا۔

یعنی اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے مکان میں برکت دے!

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجد کے لیے بھی دعا فرمائیں! آپ ﷺ نے پھر وہی دعا فرمائی، مگر نجد کے لیے دعا نہ فرمائی۔ تین بار یہی دعا، ہر بار صحابہ کرام نے نجد کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا:

هَٰذَاكَ الزَّوَالُ وَالْفَيْضُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَوْلُ الشَّيْطَانِ۔

یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کی گروہ نکلے گا۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۰)

اس حدیث میں نجد کے خارجیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے نجد کے لیے دعا فرمانے سے انکار کر دیا۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خارجی یا غلط آدمی ہوتے تو آپ ﷺ شام کے لیے بھی دعا نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا عین اور شام دونوں کے لیے دعا فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہی اور شامی نبی کریم ﷺ کے نزدیک نجد یوں کی طرح ناپسندیدہ نہیں تھے۔

۵- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو! وہ رسول اللہ کا صحابی ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱)

۶- سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ امیر المؤمنین معاویہ کا کیا کریں وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنے طور پر ٹھیک کرتا ہے، امیر معاویہ فقیہ ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس وقت فرمائی جب جنگ صفین ہو چکی تھی، حضرت عمار بن ابی جراح شہید ہو چکے تھے، بل کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بھی گزر چکا تھا۔ یہ ساری باتیں امیر المؤمنین کے لفظ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت معاویہ کو امیر المؤمنین کہا گیا اور آپ نے اس کی تردید کرنے کی بجائے انھیں فقیہ کہہ دیا۔ بتائیے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حبیب کریم ﷺ کے خاندانِ اقدس کے فرزندِ مطہر ہیں!!

۷- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کا ٹٹنے کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۲۲)

نوٹ:- گستاخانِ سیدنا امیر معاویہ کا کہنا ہے کہ بخاری میں باقی سب کے لیے مناقب کا لفظ نکلا ہے جب کہ امیر معاویہ کے لیے ذکر معاویہ کے الفاظ ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی کوئی منقبت ثابت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی بخاری میں اسی کتاب المناقب کے

حدیث خود معاویہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معاویہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھنے والا آدمی نہیں تھا۔ (مسند احمد جلد ۸ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، ابوالکیر طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۷۷)

سفن سعید بن منصور میں فضائل:-

۱- حضرت نعیم بن ابی ہند اپنے بچپن سے روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھی تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہم نے بھی اذان دی اور امیر معاویہ کے لشکر نے بھی اذان دی۔ ہم نے اقامت پڑھی، انھوں نے بھی اقامت پڑھی۔ ہم نے بھی نماز پڑھی۔ انھوں نے بھی نماز پڑھی۔ میں نے دونوں طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں سوچا۔ جب مولیٰ علیؑ نے سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا کہ ہماری طرف سے قتل ہونے والوں اور ان کی طرف سے قتل ہونے والوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا:

مَنْ قُتِلَ مِنَّا وَ مِنْهُمْ يُرِيدُ وَجْهَ اللَّهِ وَ الذَّكَارَ الْآخِرَةَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

یعنی خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا ہو یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو اگر اس کی نیت اللہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی تو وہ جنت میں گیا۔ (سفن سعید بن منصور جلد ۸ صفحہ ۳۳۳)

۲- حضرت عمرو بن شریل ہمدانی تابعی بیان فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذبذب تھا کہ فریقین میں سے افضل کون ہے؟ میں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میری راہ نمائی فرمائے جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا جو سبز بارغان میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ آپ لوگ تو وہی ہیں جنھوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا: حضرت معاویہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انھوں نے کہا: وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا تو سامنے ایک قوم تھی جو سبز بارغان میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ آپ لوگ تو وہی ہیں جنھوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔

(سفن سعید بن منصور جلد ۸ صفحہ ۳۳۳، مسند احمد جلد ۸ صفحہ ۷۷، ابوالکیر طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۷۷)

مصحف ابن ابی شیبہ میں فضائل:-

ایک سطر کو پراس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

صحیح ابن حبان میں فضائل:-

اس کے دو حوالے مسلم شریف اور مسند احمد میں فضائل کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دیگر کتب میں فضائل:-

۱- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعَاذِي أَنْ وَلَيْتُ أَمْرًا فَاتَّقَى اللَّهَ وَاعْبُدْ۔

یعنی اے معاویہ! جب آپ کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں حکمرانی میں مبتلا کیا جاؤں گا۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۱، مسند ابی یوسف جلد ۵ صفحہ ۲۴۹، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۳)

صحیح ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۳۵۵، دیلمی جلد ۲ صفحہ ۳۳۳)

۲- اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ (تلمیح ابن حبان صفحہ ۱۲۳)

۳- حضرت امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے مشورہ لیا کہ معاویہ کو کاتب بنایا جائے یا نہیں۔ حضرت جبریل نے عرض کیا: اس سے

کتابت کروایا کریں اور امین ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۵)

آپ کا کاتب ہونا "مسند احمد" میں بھی مذکور ہے اور اس کی اصل مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ادع لی معاویہ۔

یعنی معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ! (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۸۵)

۴- امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "تاریخ" میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

كَانَ مَعَاذِي رُفِعَ السَّيْفُ مِنْكَ فَقَالَ: يَا مَعَاذِي! مَا وَلَيْتِي مِنْكَ؟ قَالَ:

يَعْنِي۔ قَالَ: أَكُنْتُمْ رِفْلَاهُ عِلْمًا وَ جَلْمًا۔

یعنی ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چہچہے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے معاویہ! تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب ہے؟ عرض کیا: میرا پیٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے علم اور حکم سے بھرا دے۔ (الہدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۹۳)

۵۔ معاویہ میری امت کا سب سے حکیم اور نئی آدمی ہے۔ (تفسیر البیان صفحہ ۱۱)

۶۔ اے اللہ! معاویہ کو جنت میں داخل فرما۔ وَادْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔ (الہدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)

۷۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: مجھ سے کشتی لڑیں! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا: میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دعا دی کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے بچھاڑ دیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ لڑتا۔

(القصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، ازادۃ اللغات جلد ۸ صفحہ ۱۷۸)

۸۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا

دَعُوا إِلَيَّ أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَقَلْبِي لِعَنَةِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

یعنی میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہنا کرو! جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (الہدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے برادر نسبتی یعنی آپ ﷺ کی زوجہ منظرہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

۹۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما وہ حبیب اللہ صحابی ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت نبی کریم ﷺ نے دی ہے اور یہ دونوں صحابی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

(تذویٰ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۳۱۲)

جب کہ یہ دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں شامل تھے اور ان کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی۔

اب بتائیے! حضرت عمار بن یاسر کی شہادت حضرت امیر معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی اور حضرت طلحہ و زبیر کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی، جب کہ شہید ہونے والے ان

سب صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی احادیث میں موجود ہے۔

اس پیچیدہ صورت حال کا حل آپ کے پاس کیا ہے؟ مولا علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دکھا تو ان کے چہرے پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا: "کاش میں اس واقعہ سے تیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔" (ابن الخواتم جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۸)

مولا علی کا یہ فرمان صاف تیار رہا ہے کہ مولا علی اپنی فوج کو حضرت طلحہ کا قاتل سمجھ رہے تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے وَتَرَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ پڑھ کر فرمایا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ طلحہ، زبیر اور میں اُنھی لوگوں میں سے ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آپ کے اس فرمان سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ فوت ہونے تک ان ہستیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں رنجش موجود تھی۔ اور یہی رنجش قیامت کے دن ختم کر دی جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ بھی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں ذکی طوی کا قریشی ہوتا اور مجھے حکومت ہی نہ ملتی ہوتی۔ (الامال ص ۱۱۷، ح ۱۱۷)

۱۰۔ اسی لیے مولا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد فرمایا تھا کہ

فَتَلَايَ وَ قَتَلَا مَعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔

یعنی میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں۔ (طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۵۹۹، حدیث ۱۵۹۴۷)

۱۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے قریشی جوان کا گلہ نہ کرو جو غصے میں بھی ہنستا ہے، رضامندی کے ساتھ جو چاہو اس سے لے لو، مگر اس سے چھیننا چاہو تو کبھی نہ چھین سکو گے۔

(الشیب جلد ۱ صفحہ ۶۷)

۱۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد معاویہ جیسی سرداری کسی کی نہیں دیکھی۔ کسی نے کہا: ابو بکر، عمر، عثمان، علی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سب معاویہ سے افضل تھے، لیکن سرداری میں وہ ان سب سے آگے تھے۔

(الشیب جلد ۱ صفحہ ۶۷)

۱۳۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: اے ابو سعید! یہاں کچھ لوگ معاویہ کو جنتی کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی ان پر لعنت ہو! انھیں کیا خبر جہنم

میں کون ہے؟ لعنہم اللہ و ما یدبرہم من فی النار۔ (الانبیاء جلد ۸ صفحہ ۶۷۹)

۱۲- حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ ابو بکر اور عمر آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ اسی دوران علی اور معاویہ کو بلایا گیا اور دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں غور سے دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ فرما رہے تھے کہ اب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں حضرت امیر معاویہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہو گئی۔ (الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳)

۱۵- مولانا علی کے ساتھ اختلاف کے دنوں میں شہنشاہ روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی علاقے میں مداخلت شروع کر دی تو حضرت امیر معاویہ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچا زاد بھائی علی سے صلح کر لوں گا اور ہم دونوں مل کر تمہیں تمہارے گھر سے بھی نکال دیں گے اور تیرے لیے زمین تلک کر کے رکھ دیں گے۔ شہنشاہ روم خوف زدہ ہو گیا اور صلح پر مجبور ہو گیا۔

(الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۰ ج ۱ عربی جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

۱۶- جب مولانا علی رحمہ اللہ شہید ہوئے تو قتل کا یہ منصوبہ تین افراد کے خلاف تیار کیا گیا تھا: حضرت مولانا علی، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ۔ حضرت عمرو بن عاص صاف جک گئے، امیر معاویہ زخمی ہوئے اور مولانا علی رحمہ اللہ شہید کر دیے گئے۔

(الہدایہ والنبایہ جلد ۷ صفحہ ۲۱۳)

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ تینوں استیلا ایک جان نہیں اور ان کا دشمن مشترک تھا۔

۱۷- نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کو ایک قیص پہنائی تھی اور ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضور والی قمیص کا کفن پہنا کر آپ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیے جائیں اور مجھے اللہ کے خواہے کر، بنائے۔ (الانبیاء جلد ۸ صفحہ ۶۷۹، انکسار جلد ۱ صفحہ ۶۷۹، ج ۱ عربی جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

(اصلاح جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

۱۸- مشہور و معروف تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ محمد سے ملے گئے اور باری باری اپنے رخسار میں پرکھ کر رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، میری بخشش دے اور درگزر فرما تو سب مغفرت والا ہے اور خطا کاروں کے لیے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۰-۱۴۱)

یہ سب باتیں اور خصوصاً وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک پر افتقوا اللہ کے انشائاً جاری ہونا آپ رحمہ اللہ کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی واضح دلیل اور ثبوت ترین قرائن ہیں۔

محمد شین کے اقوال:-

۱- محدثین رحمہ اللہ نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں فضائل معاویہ اور ذکر معاویہ کے نام سے باب قائم فرمائے ہیں جن میں سے بہت سی احادیث آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

۲- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے مولانا علی اور حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

تِلْكَ أَمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْأَلُونَ عَنْهَا تُحَاسِنُوا يُعْمَلُونَ۔

یعنی یہ ایک قوم ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہے، ان کے اعمال ان کے لیے تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

(الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

۳- حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من شتم احدا من اصحاب النبی ﷺ ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویہ او عمرو بن العاص، فان قال: كانوا علی ضلال و کفر و فساد، و ان شتمهم بغیر هذا من مشاقمة الناس نکل نکالا شديدا۔

یعنی جس نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص میں سے کسی کو کالی دی تو دیکھ جائے گا کہ اگر اس نے انہیں گم راہ اور کافر کہا، تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر

اس نے صرف گالی دی ہے تو اسے ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔ (افتاح جلد ۲ صفحہ ۲۶)

۳۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کے کئی مناقب اپنی کتاب ”الاستیعاب“ کے صفحہ ۶۷ سے لے کر ۶۸ تک بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک مناقب ہم نے اس رسالے میں متعدد مقامات پر بیان کر دیے ہیں۔

۵۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لما صالح الحسن و اجتمع عليه الناس فسمي ذلك العام عام الجماعة۔

یعنی جب حضرت امیر معاویہ نے امام حسن کے ساتھ صلح فرمائی اور تمام لوگ متحد ہو گئے تو اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا۔ (۱۱ ساچہ ۳ صفحہ ۱۸۵)

۶۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمانا امیر معاویہ کی امارت کے سبب سے ہونے کا ثبوت ہے۔ (۱۱۱ المصابیح جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

۷۔ حضرت ماعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پرانے بزرگوں نے ان جنگوں کے بارے میں خاموش رہنے کو پند فرمایا ہے اور نصیحت کی ہے کہ

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا أَيْدِيَنَا فَلَا نَلْوُثُ بِهَا أَلْسِنَتَنَا۔

یعنی جن لوگوں کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، ان کی فحشیت کر کے ہم اپنی زبانوں کو ناپاک کیوں کریں۔ (مرآۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۷)

۸۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایک مکمل کتاب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھی ہے جس کا نام ”تلمیذ الجنان“ ہے۔

۹۔ حضرت علامہ احمد شہاب الدین غفاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

وَمَنْ يَكُونُ يَطْعُنُ فِي مُعَاوِيَةَ فَلَيْكَ تَحْلِبٌ مِنْ كِلَابِ الْهَوَايَةِ

یعنی جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نیم اریض جلد ۳ صفحہ ۲۳)

۱۰۔ امام ابی سنت حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح والی حدیث بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

و به ظہر ان الطعن علی الامیر معاویہ طعن علی الامام المجتبی بل

علی جدہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم بل علی ربہ عزوجل الخ۔

”اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن دراصل امام حسن مجتبیٰ پر طعن ہے، بل کہ ان کے چدر کریم ﷺ پر طعن ہے، بل کہ ان کے رب عزوجل پر طعن ہے اس لیے کہ مسلمانوں کی باگ ڈور کسی غلط آدمی کے ہاتھ میں دینا اسلام اور مسلمان کے ساتھ خیانت ہے اور اگر سیدنا امیر معاویہ غلط ہیں جیسا کہ طعن کرنے والے کہہ رہے ہیں تو پھر اس خیانت کے مرتکب۔ معاذ اللہ۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ تھکریں گے اور رسول اللہ ﷺ کی اس خیانت پر رضا لازم آئے گی اور یہ وہ ہستی ہے جس کی شان میں و ما یطلق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی وارد ہے۔ یہ جملے اس شخص کو فائدہ دین گئے جس کے لیے اللہ نے ہدایت کا راہ دے فرمایا ہے۔“

(المستند المستند صفحہ ۱۹۹)

۱۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں، علامہ قسطلانی نے ”ارشاد الساری“ میں، علامہ کرمانی نے ”شرح کرمانی“ میں اور سید شاہ محمد شین نے اپنی اپنی کتب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی ہے اور ان پر زبان درازی سے منع فرمایا ہے۔ علیہم الرحمة و الرضوان الغفران۔

صوفیہ کے اقوال:

اس سے پہلے (۱) حضرت عمر بن عبد العزیز کا خواب اور (۲) حضرت عمرو بن شریحیل ہمدانی رحمہ اللہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز؟ آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جمنے والی مٹی بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ (الہدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساری زندگی سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں وظیفہ پیش کرتے رہے اور یہ دونوں شیخو اے بہ غشی اُسے قبول فرماتے رہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضرورت مند اپنی حاجت لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے پہنچ گئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔

قاصد نے عرض کیا کہ امیر معاویہ دوسرے وظیفہ پیش کرنے پر معذرت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پانچوں تہلیاں ضرورت مند کو دے دیں اور اتنی دیر بٹھائے رکھنے پر معذرت چاہی۔

(کنز العمال ج ۱ ص ۱۷۷)

۵۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے غلام، امیر اور صالحین کی وفات کے حالات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے، آخری وقت میں آپ کا تسبیح اور ذکر کرنا اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرنا اور حضور کریمؐ پر ہدف رحیمؐ کی تحریکات کے ساتھ کفن دینے کی وصیت کرنا اور اولیائے کمال کی طرح رقیق ظاہر کرنا تفصیل کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ لہذا حضرت معاویہ ابن ابی سفیان الوفاۃ الخ۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۹۶)

۶۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کا معاملہ تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے۔ ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو جاہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔

(الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۶)

۷۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے ”مثنوی“ شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہایت ایمان افروز واقعہ شعروں میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت امیر معاویہ کو نماز کے وقت تھکیاں دے کر سلا دیا۔ جب وہ جاگے تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ نماز کے قضا ہونے پر سخت روئے اور پشیمان ہوئے۔ دوسرے دن شیطان نے انھیں بروقت جگا دیا۔ آپ نے شیطان سے پوچھا کہ تم تو لوگوں کو غافل کرنے پر لگے ہوئے ہو، آج تم نے مجھے نماز کے لیے جیسے جگا دیا؟ شیطان نے کہا: کل نماز کے قضا ہونے پر آپ اتار روئے اور پشیمان ہوئے کہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھنے سے بھی زیادہ اجر دے دیا۔ آپ کو ملنے والا وہ اجر دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کو غافل کرنے سے بہتر ہے کہ آپ نماز ہی پڑھیں۔ اس کے لیے مولانا روم نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

بیدار گردن انشیں حضرت امیر المؤمنین معاویہؓ پر کہ بر نیزہ کو وقت نماز است۔
یعنی اٹھیں کا امیر المؤمنین معاویہؓ کو جگانا کہ انھوں نماز کا وقت ہے۔

(مثنوی معنوی مولانا روم رحمہ اللہ ص ۲۴۸)

۸۔ ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک میں عیب نکالتا ہوں۔ اس نے حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت کچھ کچھ کسی نے مار دیا ہے۔ (الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۷)

۹۔ حضرت مجدد راف ثانی رحمہ اللہ سرہندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے متقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیوں کہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو انھیں کافر اور فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر کے حق پر ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت لفظ استعمال کرتا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان کے ظلم و تشبیہ سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونے کا حیا کرتے ہیں۔

(کتوبات، مہربانی جلد ۵ صفحہ ۵۵۵ مکتوب نمبر ۲۰)

۱۰۔ امام عبد الوہاب رحمہ اللہ ایک فظیم ترین صوفی بزرگ ہیں اور حضور شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریات کے زبردست پرچارک ہیں۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الایاتیہ والجواب“ میں ایک سرخی قائم فرمائی ہے۔ وہ سرخی یہ ہے:

فِي بَيَانِ وَجُوبِ الْكُفِّ عَمَّا شَحَوَّ بَيْنَ الصَّخَانَةِ وَوُجُوبِ اِغْتِقَادِ اَتَّهَمِ
مُاجُورُونَ۔

یعنی صحابہ کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگا کر دینا واجب ہے اور ان سب کے مابور ہونے کا اعتقاد واجب ہے۔

اس عنوان کے تحت آپ نے زبردست بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر بعض تاریخ دانوں کی خلاف تحقیقی باتوں پر کان نہیں دھرنے چاہئیں اور تاریخ پڑھتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ اور مقام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ صحابہ کا خیر یہ قرآن و سنت سے ثابت ہے جب کہ تاریخ محض کبھی کبھی باتوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

يُنَالِكُ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا سُبُوقَنَا فَلَا تُخْطَبُ بِهَا أَلَيْسَتْ

یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے خون سے ہماری ہڈیوں کو بچا لیا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی نسبت کر کے کیوں گناہ گار کریں۔

یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اپنے کندھوں پر لا دیا اور ہم تک پہنچایا۔ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک لفظ بھی اگر پہنچا ہے تو انہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ لہذا جس نے صحابہ پر طعن کیا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے درمیان ہونے والی غلط فہمیوں کا معاملہ نہایت نازک اور دقیق ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی شخص فیصلہ دینے کی جرأت نہ کرے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ حضور کی اولاد اور حضور کے صحابہ کا ہے۔ آگے کمال الدین بن ابی یوسف رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

ليس المراد بما شجر بين علي و معاوية المنازعة في الامارة كما توهمه بعضهم و انما المنازعة كانت بسبب تسليم فطلة عثمان رضي الله عنه الي عشرينه ليقصوا منهم الي اخره۔

”علی اور معاویہ کے درمیان جو برادرانہ جھگڑا ہوا اس سے مراد حکومت کی خاطر جنگ لڑنا نہیں ہے جیسا کہ بعض شیعوں کو وام ہوا ہے۔ یہ جھگڑا محض اس بات کا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ قصاص لے سکیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان کو گرفتار کرنے میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گمراہ ہو چکے تھے۔ ایسی صورت حال میں قاتلوں کو گرفتار کرنا حکومت کو ہلا کر رکھ دینے کے

معاذ اللہ تھا۔ اس لیے کہ جنگ ہنس کے دن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو فوج سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تو ان میں سے بعض کافروں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے اور انہیں قتل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس کے برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قاتلوں کو فوری گرفتار کرنا چاہیے۔ اب یہ دونوں امتیازات چھتہ ہیں اور دونوں کو اجر ملے گا۔“ (الہدایۃ، الجوارید صفحہ ۴۴۵)

۱۱۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و كان من المولقة قلوبهم ثم حسن اسلامه و كان احمد الكتاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

یعنی پہلے ان کے قلب کی تالیف ہوئی، پھر ان کے اسلام میں حسن آگیا، اور آپ ص رسول اللہ کے کاتبوں میں سے تھے۔ (تاریخ اللہ صفحہ ۱۵۲)

۱۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

باید دانستہ کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کیجئے اگر اصحاب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضی اللہ عنہ نہ ہا در حق اوسوی ظن کئی و در زمرہ سب او نہ افق بہ مرتکب حرام مشوی۔

”جانتا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں اور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے مالک ہیں، تم کبھی بھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور انہیں برا بھلا کہنے کی مصیبت میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے۔“ (ازادۃ افکار صفحہ ۳۶)

۱۳۔ حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ کے پاس علم لدنی تھا۔ آپ کسی استاد کے پاس نہیں پڑھے تھے۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے ”نابیہ عن معاویہ“۔ نیز اپنی کتاب ”نہر اس“ میں لکھتے ہیں:

ان معاویہ رضی اللہ عنہ من کبار الصحابة و نجابہم و مجتہدہم و لو سلم من صغارہم فلا شک فی انه دخل فی عموم الاحادیث الصحیحۃ الواردة فی تشریف الصحابة رضی اللہ عنہم بل قد ورد

فيه بخصوصه احاديث. كقوله عليه الصلوة و السلام: اللهم اجعله هاديا مهديا و اهد به. رواه الترمذی و قوله عليه السلام: اللهم علم معاوية الحساب و الكتاب و فقه العذاب. رواه احمد و ما قيل من انه لم تثبت في فضله حديث فمنحل نظر الخ۔

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہہ رہا ہے میں سے ہیں، آپ نجیب اور مجتہد صحابی ہیں، اگر آپ کو چھوٹا صحابی بھی مانا جائے تو آپ ہاشمیہ ان احادیث کے عموم میں داخل ہیں جو صحابہ کی شان میں وارد ہوئی ہیں جب کہ آپ کے حق میں خصوصی احادیث بھی موجود ہیں جیسے آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اے اللہ معاویہ کو باوی مہدی بنا اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے۔ (ترمذی)۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا: اے اللہ معاویہ کو حب اور تائب سکھا اور اے عذاب سے بچا اور اہم اور یہ جو کسی نے کہہ دیا ہے کہ آپ کی شان میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔ ملقب صالحین کے سامنے جب کوئی امیر معاویہ کو برا بھلا کہتا تو وہ غضب ناک ہو جاتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا گیا کہ معاویہ ایک وتر پڑھتے تو آپ نے فرمایا: اسے کچھ نہ دو اور وفیقہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ (بخاری) اور ایک آدمی نے فلیضہ راشد عمر بن عبد العزیز کے سامنے آپ کو گالی دی، تو انھوں نے اسے کوڑے مروائے اور ایک آدمی نے کہا: یزید آخری امیر المومنین ہے۔ آپ نے اسے بھی کوڑے مروائے۔ امام علیل عبد اللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما؟ آپ نے فرمایا معاویہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ جہاد تھا تو ان کے گھوڑے کی گرد بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ ہم نے اس موضوع پر ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ’التناہیہ عن ذم معاویہ‘ ہے۔“ (نہر اس وفی ۳۲)

۱۲۔ حضرت خولید غلام فرید کوٹ محسن واسلے فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو جنگی اور کاروباری ہیں سے ہیں کے حق میں انھیں وسوسہ رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔ (مطابق الجاہل ص ۱۰۱)

۱۵۔ ہمارے مرشد کریم قطب الاقطاب فقیرناظم حضرت پیر ساکین مفتی محمد قاسم مشوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ارقام فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا ہم راہی اور مذہب اہل سنت سے خروج ہے۔ اسی طرح کسی بھی صحابی بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اسلام پر جرح کو مستلزم ہے اور لصوص قطعیہ کے انکار کے مترادف ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الفقیر محمد قاسم عفی عنہ۔

۱۶۔ شیخ الاسلام حضرت خولید محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے باہمی نزاع کو ہم متشابہات کے درجہ میں رکھیں گے۔ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مرتبہ اور ان کی عظمت میں کسی قسم کا شک کریں اور کیوں کر کریں جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ذرہ، اللہ سے ذرہ اور فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک مسلم اور محکم امر ہے جس میں کوئی شک نہیں، لیکن ہم مفضل علیہ کی فضیلت کا بھی انکار نہیں کرتے اور یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری مؤرخ سے مروی ہیں جو اساماء الرجال کی کتب کی تصریح کے مطابق مردود الروایات ہے اور ابن جریر طبری ہاشمیہ شیعہ ہے۔ البتہ ابن جریر طبری مفسر شیعہ (معتبر) لوگوں سے ہے یا وہ روایات ابن خثیبہ سے ہیں، جو الامت والیسنت کا مصنف ہے جو سراسر جھوٹا اور مضطرب ہے یا پھر وہ روایات مؤرخ واقدی سے مروی ہیں تو وہ بھی اسی طرح کا ہے کہ اس سے کوئی روایت لینے میں نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ اس نزاع کے متعلق مروی روایات میں من گھڑت روایات بیان کرنے والوں اور مذہب لوگوں کا کافی دخل ہے تو ہم ان کی روایات پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا شک و شبہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں اور

بے شک وہ کاحب وحی ہیں اور اُمّ المؤمنین (اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا) کے بھائی ہیں اور یحییٰ بن
 شام و عراق سے بیرو کے فتوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں کہ ان کی حکمت عملی نے
 آش کش کدو غنیم کو بچھا کر رکھ دیا حبیبہ کا فتلی نہیں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ کے
 ساتھ اعتقاد رکھو اور ان کا مسلک اختیار کرو! (ابو یوسف رضی اللہ عنہ ۲/۲۷۹)

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے اسی افغانیاس کو بار بار پڑھیں۔ آپ نے چند سطور میں
 دلائل کے انبار لگا دیے ہیں، اولیاً اللہ کا نام لے کر قرآن کا مسلک واضح کر دیا ہے اور چور کو اس کے
 گھر تک پہنچا دیا ہے۔

اگر یہ تمام اولیاء علیہم الرضوان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو پھر آپ کو وہ جنت مبارک ہو جو اولیاء کی دشمنی کے نتیجے میں ملا کرتی ہے۔
عقائد کی کتب میں تعلیم:-

عقائد کی تمام کتابوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان کو لگام دینے پر زور دیا گیا ہے۔ (شرح عقائد سنی ص ۱۶۳، شرح فقہ کبیر ص ۶۵، بہار السنن ص ۲۰، زیلعی، جامع الجہود ص ۶۲، صفحہ ۲۲۵)

شعبہ کی کتب میں اضافہ :-

۱۔ مولانا علی جوہر فرمایا کرتے تھے کہ

إِنَّا لَمْ نَقَالِهِمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَهُمْ وَلَمْ نَقَالِهِمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَنَا إِنَّمَا رَأَيْنَا أَنَا عَلَى حَقٍّ وَرَأَوْا التَّهْمَ عَلَى حَقٍّ.

یعنی ہم انہیں کاغذ قرار دے کر ان سے جنگ نہیں لڑ رہے اور نہ ہی اس لیے لڑ رہے ہیں کہ یہ ہمیں کاغذ قرار دیتے ہیں، بلکہ ہمارے خیال کے مطابق ہم حق پر ہیں اور ان کے خیال کے مطابق وہ حق پر ہیں۔ (ترجمہ علامہ ۱۵۵)

٢- إِنْ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يُسَبِّحُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ حَرْبِهِ إِلَى الشُّرُكِ وَلَا إِلَيَّ النِّفَاقِ وَلَكِنْ يَقُولُ: هُمْ أَخَوَانَا يَفْعَلُوا عَلَيْنَا.

یعنی حضرت ملی جو اپنی محبتوں کو وہی مشرک کہتے تھے اور وہی منافق، بل کہ کفر مانتے تھے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے بغاوت پر اترتے ہیں۔ (قرآن مجید، ص ۴۵)

مولانا علی کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ کو کافر کہنے والا مولانا علی کے پیچھے کا منکر ہے اور ایک مصدقہ مسلمان کو کافر کہ کر خود کافرانہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر معاویہ نے دشمنی کرنے والا مولانا علی کے بھائی سے دشمنی کر رہا ہے۔

آج جو لوگ مولانا علی سے جنگ کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر اور جہنمی کہہ رہے ہیں کیا ان میں جنت ہے کہ وہ مولانا علی رضی اللہ عنہ کا ایسا قول دیکھا کریں جس میں انھوں نے امیر معاویہ کو کافر اور جہنمی قرار دیا ہو؟ ہاں کہ ان مولانا علی انھیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کی منافقت نہیں بلکہ کہ اجتہاد و اختلاف تسلیم کر رہے ہیں۔

۳۔ مولانا علی ہاشمیؒ فرماتے ہیں کہ ابتدا اس طرح جوئی کہ ہمارا اور شام والوں کا آؤ مناسباً بنا ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارا رب بھی ایک، ہمارا نبی بھی ایک، ہماری دعوت اسلام بھی ایک، نہ ہی ہمارا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی وہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ معاملہ بالکل برابر تھا۔ اگر اختلاف تھا تو صرف عثمان کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (نوح البیان صفحہ ۴۴)

۳- اِخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ.

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔ (احزاب طبری جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اس قدر دلالت کے ہوتے ہوئے ان پر زبان و مارتی کرنا محض بد نصیبی کی علامت ہے۔ اصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا واجب ہے اور اگر اس کا کوئی نقص یا عیب نظروں میں آئے بھی تو جہاں تک ہو سکے اس میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے سخت فتوے سے بچانا ضروری ہے۔

ایک عام آدمی کے حق میں احتیاط اور حسن ظن ضروری ہے تو ایک صحابی کا تب وحی، محبوب کریم ﷺ کے برادر نسبتی کے بارے میں کتنا حسن ظن ضروری ہوگا اور پھر اس کے بارے میں احادیث میں اس قدر تصریحات موجود ہوں تو اس کے بارے میں شب کشائی کرتے وقت عقلی احتیاط لازم ہوگی۔

حرف آخر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا عقیدہ قائم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد التہامیہ جیسی کتابوں سے ہم نے آپ کے جو فضائل نقل کیے ہیں انھیں فراموش نہ کیا جائے۔

لکھنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بغاوت کے باوجود مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳)
لکھنا: مولانا علی بن ابی طالب نے بھی انھیں بغاوت کے باوجود بالکل اپنے جیسا مسلمان تسلیم کیا ہے۔
(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴)

دراپنا: امام حسن رضی اللہ عنہ نے انھیں خلافت سوچ کر واضح فرمایا ہے کہ امیر معاویہ مسلمان تھے، ورنہ لازم آئے گا کہ آپ نے "عاز اللہ" ایک کافر اور چٹنی کو خلافت سوچی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خاصاً: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے بعد امیر المومنین بھی تسلیم کیا ہے اور صحابی ماننے کے علاوہ فقہ بھی قرار دیا ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵)

سادسا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کی اکثریت گمراہ نہیں ہو سکتی۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۸۲)

جب کہ مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے اور اہل سنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، مسلمان اور جنتی سمجھتے ہیں۔

سابعا: بڑوں کے درمیان ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ناراضگیاں نبیوں، صحابیوں، ولیوں اور اہل بیت کے درمیان بھی ہوتی رہی ہیں۔ ان کی بنا پر اپنے سے بڑے بزرگوں پر زبان درازی کرنا درست نہیں۔

ہامنا: اگر تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ ادب کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ غلطی سے کسی کی بے ادبی کرنے سے، غلطی سے کسی کا ادب کرنا بہتر ہے۔

میرے عزیز اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ مولانا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں مولانا علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کا موقف درست نہ تھا، مگر اس کے باوجود انھیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قرار دیا ہے۔ لہذا ہم ان کی خطا کو اجتہادی خطا اور انجلی ہیبت پر محمول کرتے ہیں۔ باقی سب بات ہے جس کا آپ نے مختصر بیان کیا ہے۔

آپ کا حوصلہ و حوصلہ کریم لکھنے رہتے ہیں اور ہم نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ ان کا بہتر محمل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا منصب ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ
لَعَنَ اخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا۔

یعنی اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرے گی، اسلام کو رسوا کرے گی، دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انھیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے۔ (دوقصی کتاب الامار، ص ۱۱، ص ۱۲، ص ۱۳، ص ۱۴)

واضح رہے کہ آپ کے دوسرے بھائی (خاری) مولانا علی کو غلط کہتے پھرتے ہیں۔

حضور غوث اعظم قدس سرہ لکھتے ہیں کہ خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو ہلاک کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی کبھی امام برحق نہ تھے۔ (نور العین صفحہ ۱۸)

چنانچہ ایک خارجی لکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کا موقف ہر اعتبار سے صحیح تھا اور حضرت علی کا صحیح نہ تھا اپنی سیاسی مصلحتوں پر مبنی تھا۔

(محقق مزید بہ سند خلافت معاویہ پر صفحہ ۱۲۷ مصنف محکم الدین خاری)
یہ بھی واضح رہے کہ محمود عباسی ایڈیٹور خارجیوں نے سیدنا امام حسین علی حد و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی باغی کہہ دیا ہے۔ (لعود باللہ من ذلک)

ہمارے نزدیک آپ میں اور ان خارجیوں میں کوئی فرق نہیں، بل کہ بے ادبی اور بد تمیزی، بل کہ بدعتی قدر و مشترک ہے۔ اہل سنت کا مذہب رفض اور خروج کے درمیان اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں سخت کا پہلا جوش کر کے اسے کفر کے فتوے سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا اور وہ فی الواقع کافر نہیں ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ (مشہد صفحہ ۵)

بعض بدقسمت لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنمی ثابت کرنے کے لیے جتنی محنت سے کام لے رہے ہیں اس قدر محنت اور تکلف ویسے ہی جائز نہیں ہے، خواہ کسی عام آدمی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چہ جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو پھر بھی ایک صحابی ہیں اور ان کے بے شمار فضائل احادیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے یہ جملہ بہت قیمتی ہے۔

ابن عساکر نے ابو زرعداؤنی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انھوں نے کہا: کس وجہ سے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ اس نے علی سے جنگ لڑی تھی۔ ابو زرعداؤنی نے فرمایا: تیرا خانہ خراب امعاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ سے جنگ کرنے والا علی کریم ہے۔ تمہیں ان دونوں کے درمیان پگالینے کی کیا ضرورت ہے۔

(الہدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

الناہیہ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ الْأَعْمَقِيِّ وَحَبِّ النَّسَبِيِّ وَحَبِّ الْعَقْرِقَةِ وَالصَّوَابَةِ
بِالْإِتِّصَادِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِمْ وَبَلَغَ مِنْهُ السَّلَامُ إِلَيْهِمُ

بعد ازاں

اسے رفیق مجھ سے یہ رسالہ النہایہ عن طعن معاویہ مقبول
کرا اور جماعت ناجیہ، راہنیہ عالیہ کی اتباع کرا اور فرقہ عالیہ، سرکش و خیرہ سے
دور رہا، نیز داعیات اور خالی خولی خطابات کو چھوڑ دے اور عبد العزیز بن
احمد بن حامد علیہ الرحمۃ کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ
اس کی تصانیف میں برکت فرمائے اور جاسدوں سے ان کو محفوظ نظر فرمائے۔
اللہ تعالیٰ مہدس دمد و نگار ہے۔ وہی قول دینی آخر ہے۔ کتاب چند فضول پر
مشتمل ہے۔

فصل: چند فضائل صحابہ کرام علیہم السلام

اس سلسلے میں قرآن مجید میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمارے لئے کافی ہے۔ ”وہ لوگ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل جنگ لڑی اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا برابر نہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑے درجہ کے مالک ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہر ایک سے اچھائی کا ہے۔“ (سورۃ الحمد آیت ۴۱)

ابن سہم کا قول ہے کہ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کے لئے جنت کی نشاندہی ہے حضرت عمران بن حصین سے منقول روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جوانی کے بعد ہوں گے، پھر جوان کے بعد بچوں گے۔ "بخاری، ترمذی، حاکم"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرے زمانے کے لوگ بہتر ہیں۔ "الدریث، بخاری، مسلم، مستدرک، ترمذی"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی کہ جس نے مجھے دیکھا یا جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ "ترمذی، ضیاء المقدسی"

حضرت واثق بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لئے بھی جس نے مجھے دیکھے والے کو دیکھا۔ "جہد بن عبد، ابن عساکر"

حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لئے جو شخص میری اور بہترین شخص کا ہے۔ "طبرانی، حاکم"

حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک، کہ کھانا بغیر نمک کے صحیح نہیں ہوتا۔ "شرح السنۃ للبخاری، سنن ابویعلیٰ"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرا صحابی زمین کے جس ٹپے میں فوت ہوگا تو وہ قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کے لئے مینارۃ نور اور قائمہ کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ "ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے، ضیاء المقدسی"

انہی ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے کہ سندسے آسمان کے لئے امن میں جب سندسے چھپ جاتے ہیں تو آسمان خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے جائے امن ہوں، جب میں "دوسری دنیا میں" چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ مصیبت میں گھر جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے باعث امن ہیں۔ جب میرے صحابہ بھی رحلت ہو جائیں گے تو میری امت خوفناک پریشانی میں گھر جائے گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، "اور سندسے امام احمد میں ہے کہ آسمان کی خوفناکی اس کا پھٹ جانا ہے، صحابہ کے لئے اختلاف و حزن ہوگا اور امت حکمرانوں کے مظالم و مصائب میں گرفتار ہو جائے گی۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعلیم کرو اس لئے کہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ "نسائی، ابویعلیٰ"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے مابین باہمی اختلاف کے متعلق یہ دعا سے سوال کیا تو بندہ رلیہ وحی مجھے جواب دیا گیا کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے، بعض بعض سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک کے لئے ہے۔ پس صحابہ کے باہمی اختلاف کے وقت جس نے بھی جس کسی کی اتباع کر لی تو وہ میرے نزدیک راہ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس کو زید نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے، "اس حدیث کے آخری جتنے میں کلام ہے۔ امام عقیلی فرماتے ہیں کہ ضعیف محض ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں موضوع اور باطل ہے، ابن ربیع کہتے ہیں کہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مگر یہ ان کی سنن میں نہیں ہے۔"

فصل: صحابہ پر طعن کی ممانعت

حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ تم میں سے کوئی اگر احد پر لڑ جاتا بھی سوتا شریعہ کر دے تب بھی ان کی ایک مٹھی بھر کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ "بخاری، مسلم، ترمذی"

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابو بکر براقانی نے اس کو شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ اللہ میرے صحابہ، ان کو اپنی غرض کا ہدف نہ بناؤ، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی ہے، جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض کیا، جس نے ان کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ بہت ہی جلد اللہ کی پکڑ میں آئے گا۔ "ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے"

حضرت بلال بن عاصم رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر تلے خرتے ہیں۔ "ابن عدی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم کا اشارہ گرای ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے۔ "ترمذی، خطیب"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہوا مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ وہ شخص قیامت تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ "ابن ابی دنیا فی النبوة"

انہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا، اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند کیا پھر ان میں سے کچھ کو میرے وزراء، مددگار و معاون اور رشتے دار بنایا۔ پس جو شخص ان کو گالیاں دے گا اس پر اللہ کی، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی شریعہ اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ "طبرانی، حکم"

فصل: مسلمانوں کا ذکرِ شہیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالیاں دینا فسق ہے۔ "مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ"

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور وارث قطنی سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا۔

بخاری، مسلم، مستدرک

کو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابہ سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی مؤید ایک اور حدیث مرفوعہ میں ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کی شکایت میرے صحابہ سے متعلق ٹھہر نہ کرے کیونکہ میں بیچارہ ہوں کہ جب میں تم میں سے کسی کی طرف جاؤں تو اس کی طرف سے میرا سینہ پاک ہو۔ ”ابوداؤد بن مسعود“

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی لڑائیوں سے متعلق حضرت ابراہیم خلیفہ سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ خون ہیں کہ جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے۔ تو کیا اب ہم اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں۔ ”الحج“

اہلسنت نے تو محض مضطربانہ ان واقعات و حوادث کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اپنی بدعت نے اس سلسلے میں بہت سے جھوٹ اور افسانے گھڑ لئے تھے اور بعض متکذیبین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صحابہ کی باہمی خانہ جنگی کی تمام روایات محض جھوٹ ہیں۔ اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے مگر بعض مناقشات تو اس سے ثابت ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا جماع ہے کہ جو مشاہرات ثابت ہیں ان کی تاویل کر کے عوام الناس کو وسوسوں سے بھایا جائے اور جو تاویل کے قابل نہیں ہیں وہ مردود رہیں اس لئے کہ صحابہ کرام کی فیلیت، حسن سیرت اور حق کی اتباع خصوصاً قطع سے ثابت ہے اور اسی پر اہل حق مجتمع ہیں، پھر روایات اہل احاد کس طرح اس کی معارضہ ہو سکتی ہیں اور روایات بھی متعصبین کا ذلیل راضیوں کی؟

فصل :- پانچویں بخش کا مختصر قصہ

متحدہ روایات سے ثابت ہے کہ اہل مصر حب مدینہ شریف آئے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے کو فاسق اور کافر کہتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں تو پھر پہلا ہی یعنی خود بھی کافر و فاسق ہوگا۔ "بخاری"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرویاً نقل ہے کہ طاعت زنی کرنے والا، لعنت کرنے والا، بدگلی کی کرنے والا اور بد زبان مومن ہی نہیں ہے۔
”قرطبی، بیہقی، امروا جلد ثانی ص ۱۷۲ کے مطابق صحیح ہے“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ کسی شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے، مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو یہاں کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یعنی زمین و آسمان میں اس کا داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو اس شخص کی جانب رجوع کرتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا یعنی لعنت کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ ”ابوداؤد“

فصل :- مردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت

حضرت ابی بنی علفہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعہ روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو تم گائیاں نہ دو اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ "بخاری"

فصل :- یا بھی چپقلش کے ذکر کی محالوت

بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے کہ صواب کرام کی باہمی مخالفتوں اور پٹریوں

کی سواری کی کوچیں بھی کاٹ دی گئیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو جنگ جمل معروف ہوا۔ غرض کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ عزت و اکرام واپس مدینے شریف بھیجا دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کے مقام پر دریائے فرات کے کنارے اسی مسئلے پر جنگ ہوئی اور یہ جنگ جاری رہی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا جو کہ صلح کی مانند تھا۔ ”اس سلسلے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے“

فصل :- مجتہد کی خطا پر عدم مواخذہ

حدیث مرفوعہ صحیح السند سے ثابت ہے کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ درست ہے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور اگر اجتہاد ہی فیصلہ دہی برخطا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر بخاری، احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی روایت کیا ہے نیز ای روایت کو بخاری نے ابوسلمہ سے بھی نقل کی ہے۔

اجتہاد مصیب پر دو اجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے۔ چاروں صحابہ علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرت علی مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد پر اور اس کے متقلدین پر کوئی ملامت نہیں پس اس جنگ میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقین کے لوگ جنتی ہیں واللہ اعلم بالصواب

تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر سے موزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حاکم بنادیں گے؟ تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس پر آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبداللہ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا۔ راستے میں مصریوں کی قاصد سے ملاقات ہو جاتی ہے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط لے لیا، کھول کر دیکھا تو وہ خط حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی کی طرف سے تھا اور اس پر آپ کی اونٹنی پر سوار تھا۔ وہ مصری دہلیز سے واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو ام کو منع کر دیا کہ ان سے لڑا نہ جائے۔ آپ کا مقصد وہ مسلمانوں کو خون ناحق سے بچانا اور تحنائے شہادت تھی جس کی بشارت آپ کو زبان رسالت سے مل چکی تھی۔ چنانچہ ان مصریوں نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی اس سلسلے میں کچھ وقت کے لالچار تھے تاکہ قتلہ بھی کھڑا نہ ہو اور ان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔ پس یہیں سے بات بڑھ گئی اور اختلافات پیدا ہو گیا اور جو کچھ من جانب اللہ تقدیر میں وہ تو لا محالہ ہو کر رہتا۔ پس حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی بصرہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر شہید ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ

حضرت ابن سعد حضرت ابی میرہ عمرو بن شمر جیل سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں بہترین گنبد بنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ یہ گنبد کلاخ اور خوشب کے ہیں اور یہ دونوں حضرت امیر معاویہ کی کمان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا یہ مسراوران کے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے ہیں میں نے کہا کہ ان کے بعض نے تو بعض کو قتل کیا تھا۔ کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اس کو وسیع المغفرت پایا۔ میں نے کہا کہ ابلیس بھی خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ کہا کہ وہ جنتی میں ہیں۔

فصل :- فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت ابی بنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ شریک کو دیگر کھانوں پر فضیلت ہے۔ "بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کرتے، ہم نے ان کو عالم بالحدیث پایا ہے۔ "ترمذی" نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے۔

حضرت ام بانی ہشیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عائشہ عنقریب تیرے زیورِ علم اور قرآن ہوں گے۔ "مسند امام اعظم ابو حنیفہ"

حضرت ام بانی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے عائشہ یہ بات میرے لئے موت کو آسان کر دیتی ہے کہ میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موت کو عجب پر آسان کر دیا گیا ہے اس لیے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھا ہے۔ "مسند امام اعظم ابو حنیفہ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عائشہ یہ جہرِ بل نہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھے پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ "بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھے خواب میں تین راتوں تک دکھائی گئی، فرشتہ تجھے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا تھا۔ پھر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ پس میں نے تیرے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو واقعی تو وہی تھی۔ میں نے کہا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے تو انشاء اللہ خدا اللہ ویسا ہی ہوگا۔ "بخاری، مسلم"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن تحائف کے آنے پر لوگ حیران رہتے تھے۔ تحائف کی ترسیل کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ و دیگر ازواجِ نبوی تھیں۔ "رضوان اللہ تعالیٰ علیہن"

حضرت ام سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ اس سلسلے میں آپ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ اپنے صوبہ کو فرمائیں اگر نعم مجھے دیا گیا مجھ پر ہے
ہو تو میں جہاں بھی ہوں وہیں بھیجا کرو۔ آنحضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ مجھے
دانش کے بارے میں ایذا نہ دو اس لئے کہ میرے پاس وحی عائشہ رضی اللہ عنہا کے
لغات کے بغیر کسی اور لغت میں نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے
تو بہ کرتی ہوں کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو ایذا دی، پھر گروہ ام سلمہ نے حضرت
فاطمہ الزہراء کو بلایا اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔
آنحضرت نے فرمایا۔ اسے قائلہ پڑھو کیا تو وہ پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند
دیتا ہوں۔ عرض کیا۔ اے جان! آپ کی پسند ہی میری پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔
میرے پاس نہ کہی بات ہے۔ "بخاری، مسلم، نسائی"

تنبیہ :- شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کے فضائل میں ان کی اپنی روایت سود مند نہیں ہیں تو یہ ان کا گمان فاسد
ہے اس لیے کہ پہلی حدیث عظیم منقبت ہے اور تمام روایات کی موثق، صحیح اور
مصدق ہے۔

فصل :- مناقب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ وہ طلحہ بن عبد اللہ بن کنینہ ابی محمد القرظی
ہے قدیم الاسلام اور سوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ بدر میں
اس نے شریک نہ ہونے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعید بن زید
کے ساتھ قدیش کے قافلہ کی کھوج لگانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جنگ احد میں
حضرت طلحہ کو چوٹیں لگ گئیں تھیں بعض کہتے ہیں کہ چھ پتھر ٹخم آئے تھے۔ بعض کہتے
ہیں کہ تیروں، سہالوں اور نیزوں کے مجموعہ ٹخم پھپھرتے تھے۔ ترمذی نے روایت کیا

ہے کہ انہی سے زیادہ ٹخم آئے تھے۔ میں بخاری الآخرہ ص ۳۲۳ بروز جمعرات شہید
ہونے اور بصرفہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر پونے پندرہ برس تھی۔ اسام
نوری نے ذکر کیا ہے کہ وہ لڑائی کو ترک کر کے دشمنوں میں گھس گئے تھے کہ انہیں
ایک ایسا تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان بن
حکم نے مارا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بوقت وفات حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے رضی تھے۔
صحیح مسلم نے حضرت ابو سریحہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پہاڑ خرا پر تھے اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر آنحضرت کے
ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اٹھ جا تیر سے اوپر
نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ترمذی نے عبد الرحمن بن عوف وابن ماجہ، امام احمد و ابی داؤد المقدسی اور قسطنطینی
نیز سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر
جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر
جنت میں، عبد الرحمن جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت
میں اور ابن جراح جنت میں ہیں۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حسن، صحیح روایت
نقل کی ہے کہ جنگ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دوزخیں
تھیں۔ آپ نے پہاڑی چٹان پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ آپ کے
پچھے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آنحضرت چٹان پر چڑھ گئے۔ پس میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا کہ طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ شخص ہر ایسے شخص کو چلتا پھرتا دیکھے جس نے راہ جہاد میں قربان ہونے کی اپنی نذر پوری کر لی ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھے۔

ترمذی اور امام حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چھل تکی کرتے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ زین پر چلتے پھرتے شہید ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی۔ امام ترمذی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک حسن عریض روایت نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جاہل کو اتفاقاً عراقی بدو سے کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو کہ کیا جن لوگوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے ان سے مراد کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بدو سے اس لئے دریافت کرایا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و توقیر اور ہیبت کی وجہ سے یہ بات پوچھنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتے تھے۔ غرض کہ اس عراقی نے پوچھا مگر حضور اکرم نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا تو پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی۔ اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ اتنے میں میں ”طلحہ“ مسجد کے دروازے سے

نکل ہر ہوا۔ میں سبز لباس میں ملبوس تھا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جو عنایت قضاۃ خجستہ کے منتفی ہو چھٹا تھا۔ عراقی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص ”طلحہ“ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ سنا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے پروردگار ہیں۔

امام بخاری قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ مشلول ہاتھ دیکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے جنگ احد کے دن شل ہو گیا تھا۔

امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں باقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ صرف گیدڑہ انصاری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس رہ گئے تھے۔ آپ ان کی ہجڑی میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے گھیر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ ہے کوئی یہاں جو ان کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا طلحہ تم شہید ہو۔ پھر ایک انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں، اور وہ ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ اور حضور اکرم نے اپنے ہزار میوں کے ساتھ دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اور وہ انصاری شہید ہو گئے تو کفار نے ہجڑ بھاگ لیا۔ اور حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تم ٹھہرو۔ اتنے میں ایک اور انصاری نے کہا۔ حضور میں حاضر ہوں۔ وہ لڑنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پرچہ لے گئے۔ مشرکین اس انصاری کو شہید کرنے کے بعد پھر بچھے پہنچ گئے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دفعہ نبی ارشاد فرماتے اور حضرت طلحہ ہر دفعہ اپنے آپ کو پیش کرتے حضور علیہ السلام فرماتے۔ تم ٹھہرو۔ پھر کوئی انصاری لڑنے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس کو اجازت دے دیتے اور وہ بھی پہنچنے والے کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے یہاں تک کہ حضور اکرم کے ساتھ سوائے طلحہ کے باقی کوئی نہ رہا یعنی سب شہید ہو گئے۔ مشرکین نے حضور علیہ السلام اور حضرت طلحہ کو گھیرے میں لے لیا۔

پس حضور اکرم نے فرمایا کہ ان کے مقابلے کے لئے کون ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں ہوں۔ تو پھر انہوں نے ایسی جنگ کی کہ جس طرح ان سے پہلے گیارہ انصاریوں نے کی تھی۔ اسی اثناء ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو کہا: "حسن"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلحہ اگر تو اس موقع پر بسم اللہ کہتا یا اللہ کے نام کو یاد کرتا تو اللہ کے فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے آسمان کی فضا میں دیکھتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوپر اپنے صحابہ کرام کے عقبے کے پاس پہنچ گئے۔

شیخ نورالحق علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ کو جنگ جمل میں شہیدوں میں دیکھا تو اتنا رنے لگا کہ آپ کی دائرہ شریف تر ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا کہ اسے طلحہ میں امید کرنا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شمار ہو گا جن کے متعلق رب العزت نے فرمایا ہے: "اور ہم ان کے دلوں میں موجود کدورتوں کو نکال دیں گے اور وہ بھائی بن کر ایک

دوسرے کے سامنے خوش و خرم بیٹھے ہوں گے۔"

فصل: محمد بن طلحہ کے مناقب میں

کثرت سجدہ کے باعث آپ کا لقب سجاد مشہور تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کے عہد میں تولد ہوئے۔ آپ کا نام "محمد" تھا اور کنیت ابوسلیمان تھی۔

الاستیباب میں ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں شہادت پائی تھی۔ حضرت طلحہ نے ان کو جنگ کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی اثناء میں ان کی زبرد ان کے پاؤں میں پھنس گئی اور اسی پر پکڑے ہوئے رہے۔ جب کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو وہ اسے کہتے کہ میں تجھے حلقہ کی قسم دیتا ہوں، آخر کار اس وقت نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر یہ شعر پڑھے

واشاعت قواہد بایات بہا، قلیل الاذی فیہ امیری الین مسلح
خرقتہ بالرمح حبیب قہصر، فخص صریحاً اللیدین والسقو
علی غیر شیئ انہ لیس تابعا علیا ولہو بیع الحق ینلہ
یذکر فی حقہ والرمح شاجر ذہلا فلا حلقہ قبل القدر
جب حضرت علی عرم اللہ ذہب نے ان کو شہیدوں میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بڑا خوب رو جوان تھا۔ پھر غمزہ ہو کر بیٹھ گئے۔ واقعہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہید کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ مجاہد ہے جو اپنے باپ کی اطاعت میں شہید ہوا۔

فصل: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

ان کے اکثر مناقب تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکے ہیں۔

مومن مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ زبیر بن عوف قرشی ہیں حضور علیہ السلام کی بہنو بھی حضرت صفیہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ تنویر برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قدیم الاسلام تھے۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آپ کو دھوئیں کی تکلیف دی گئی مگر وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور تمام خدشات میں شامل رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہِ بہادری میں تنویر کو نیا م سے باہر نکالا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگِ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ بصرہ میں صفوان کے مقام پر ان کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونتیس برس تھی۔ پہلے وادی سباغ میں انہیں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں وہاں سے نکال کر بصرہ میں دفن کیے گئے اور وہیں پر آپ کی قبر مشہور ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جنگ سے لوٹ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تلوار کو دیکھا اور فرمایا کہ اس تلوار نے پیڑ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مدافعت کی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ ابنِ صفیہ "زبیر" کے قاتل کو جہنم کی اشارت دے دینا۔ اس کے جواب میں جرموز نے کہا کہ تم تمہارے خلاف لڑیں تب بھی جہنم کی حمایت میں لڑیں تب بھی جہنم؟ پھر اسی عقد میں جرموز نے خودکشی کر لی۔

بخاری اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے

ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جو مجھے جنگِ احزاب کے موقع پر قوم کی کفالت کرے؟
خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر نے عرض کیا حضور میں لاؤں گا۔ ۶۱

مسند کہ حاکم کی روایت میں ہے حضور علیہ السلام نے جنگِ خندق میں فرمایا کہ کفالت کی خبر کون لے کر دے گا تو حضرت زبیر کھڑے ہو گئے۔ حضور نے پھر حکم فرمایا تو زبیر بھی پھر کھڑے ہو گئے۔ ۶۱

شیخین اور ترمذی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے فرمایا کون ہے جو نبی قرینہ کے ہاں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں "زبیر" چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو حضور علیہ السلام نے میرے والدین کو جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کافروں پر حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کی جہاد میں ان پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ نے حملہ کیا تو آپ کی پشت پر تلوار کی دو ضربیں لگیں اور ان دونوں کے درمیان وہ ضرب پٹی جو آپ کو جنگ بدر میں لگی تھی۔ پس میں ان ضربات "کے گڑھوں" میں اٹکیاں ڈال کر کھیت تھا۔

فائدہ :- شیخ نور الحق نور اللہ مرتدہ صحیح بخاری کے ترجمہ میں فرماتے

ہیں یہ کوئی ایک شام کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی مشرکوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار زخمی ہوئے۔

حسن ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے فرمایا۔ اے اللہ ان کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب "سنن ترمذی" جلیل القدر کتاب ہے جس کی شیخ الاسلام ہرزی علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین "بخاری و مسلم" سے زیادہ نفع مند ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ صحیحین میں نہیں ہے۔ غیر حاکم اور خطیب نے ترمذی کی جو روایات کو مطلقاً صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علما نے حماد عراقی اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرما رہے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کہنا چاہیں گے کیونکہ وہ تو صرف ایک ویر پڑھتے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں۔ "بخاری" شراح کہتے ہیں کہ فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔

بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کی موجودگی میں عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی تو غلام نے جا کر اپنے مالک ابن عباس سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوڑو اس لئے کہ وہ حضور اکرم

فصل: حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں

آگاہ ہو کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کی تعداد سا اربعہ انبیاء و کرام کا تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار دہم و دیش ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث طیبہ لسان ہیں۔ وہ گنتی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ "صحبت رسول" کے فضائل عظیمہ کے مرتب ہیں قرآن و حدیث ناقص ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں یا کم آئی ہوں تو یہ ان کی فضیلت و عظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے ہم یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے شرف و مقام کا اضافہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اے اللہ معاویہ اولاً کو حساب و کتاب کی تعلیم سے سرفراز فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عرب بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے۔ حافظ ثقفی ملال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ روایات مقبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ میری مسند کی طرف رجوع کریں۔ اگر تم اس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض نے تو مسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو مسند احمد کی بعض روایات کو ضعیف کہا ہے۔ وہ اس کی اپنی خطہ ہے۔ کیونکہ تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن ابو سے

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ "انتہی"

حضرت ابن عباس کا شمار فضلاء و صحابہ میں تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیش نظر آپ کو بحر العلوم، جبرامت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ ان کے لئے علم و حکمت اور تفسیر قرآن بالتأویلی کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنان علی کے شدید تکبر تھے۔ حضرت نے آپ کو خوارج حمزہ کے پاس مناظرے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو جواب دیا۔ جب حضرت ابن عباس جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی گواہی دی اور اپنے غلام کو ان پر تکبر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دی کہ وہ صحابی رسول ہیں تو اسی سے حضرت معاویہ کے توفیق و علو کا پتہ چل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جبرامت حضرت ابن عباس کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے لئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے۔

رابعاً حضرت معاویہ کا تب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اپنی کتاب "خلاصۃ السیر" میں امام مفتی محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ عامر بن نبیرہ، عبد اللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن ولید بن عاص، حنظلہ بن ربیع سلمی، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شریح بن حصہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کاتبیت وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ یعنی دوسروں کی بر نسبت یہ کل وقتی کاتب تھے۔ "انتہی"

تیرہ جو کہا گیا ہے کہ کاتب وحی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہلا ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔

خامساً شیخ علی ہریری، ملا علی قادیانی شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں جنگ کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو عیار داخل ہوا تھا وہ بھی عمرو بن عبد العزیز سے کئی درجہ افضل ہے۔ اس منقبت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی تفصیلات تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبد اللہ بن مبارک اور عمر بن عبد العزیز کی تفصیلات معلوم ہو جائے گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب توارخ میں موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو امام الہمدی اور پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء اہل ان کے قول کو عظیم اور حجت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حدیث رسول کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے۔

سادساً بخاری اور مسلم "حضرت معاویہ" سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ثقہ، غلاب اور صدوق راویوں کی ہی روایت کرتے ہیں اور وہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو معاف کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف

روایات بھی حاصل کرتا ہے۔

مسالعا ۱ صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت معاویہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق و توثیق ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلا اور صحابہ انبیاء میں ہے۔ امام یاقعی فرماتے ہیں کہ آپ نہایت بزرگوار تھے، سیاست دان صاحب عقل اور سیادت کاملہ کے حقدار، صاحب الرائے تھے۔ گویا کہ حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کرام ان کے نام کے بعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں بلا تفریق۔ جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اشیر جزیری کے نہایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق کو بھی نہیں۔ فرمایا کہ حضرت عمر ان سے بہتر تھے لیکن سیادت کے معاملے میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی آگے تھے۔ حضرت ابن عمر کے قول کی توثیق اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ از حدیثی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثباتی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی انداز حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے۔

تاسیعیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معافی بن عمر ان سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور

فرمانے لگے کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابی رسول مقبول ہیں۔ وہ آپ کے برادر نسبتی ہیں، کتاب ہیں اور سب سے بڑھ کر وحی الہی کے امین ہیں۔

شامنا ۱ حضرت امیر معاویہ کا کثیر احادیث کا روایت کرنا، امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ام حبیبہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز اپنے تقدم کے باوجود حضرت ابو بکر نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید، حضرت جریر رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے ان سے روایت کی ہے، پھر تابعین میں سے حضرت بصرہ، ابو اور یس، خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابوصالح سمان، سعید، تمام بن مذہبہ کے علاوہ کثیر خلق نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ "انہی۔"

بخاری نے اپنی صحیح میں "حضرت معاویہ سے آئمہ احادیث روایت کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کر رہے ہیں جن سے نہ صرف حضرت امیر معاویہ کا شرف واضح ہو جائے گا بلکہ علماء کے دلوں میں آپ کی عظمت بھی فزونی تر ہوگی۔

امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوع روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل کتاب "یہود و نصاریٰ" نے اپنے دین میں بہتر فرقے پیدا کئے اور یہ ملت "اسلامیہ" بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں ایک فرقے کے بجز بقیہ سب جہنمی ہیں اور جو جنتی ہے وہ جماعت ہے، پھر میری امت میں سے ایک قوم نمودار ہوگی جس میں خواہشا

اس طرح پھیل جائیں گی جس طرح کتے کا زہر کئی شخص میں سرایت کر جاتا ہے کوئی رنگ دریشہ اور جوڑا ایسا نہیں رہتا کہ جس میں نہ ہرن پہنچے۔

بہیقی، ابو داؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم عورتوں کی اتباع کرو گے تو بگڑا جاؤ گے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے مگر جو شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مؤمن کو عمداً قتل کرے، اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ آئمہ ہوں گے۔ وہ جو کہیں گے ان کی بات رو نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم میں ایسے گھسیں گے جیسے کہ بندہ گھسیں گے۔

ترمذی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص شراب پیے پس اس کو کوڑے مارو، حتیٰ کہ وہ چرتی مرتبہ پیے تو پھر اس کو قتل کر دو۔

ابو داؤد نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ شراب پئیں تو انہیں کوڑے مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر بھی پئیں تو انہیں قتل کر دو۔ قتل کرنے کا حکم یا تو تہدید ہے یا منوہ ہے۔

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے بھی حدیث معاویہ کی مثل روایت کی ہے۔

بخاری نے حضرت ابو امامہ بن سہل سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا درختا لیکہ وہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر حضرت معاویہ نے بھی کہا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ حضرت معاویہ اور میں نے بھی کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ مؤذن نے کہا۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ تو حضرت معاویہ نے بھی کہا۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ پس جب اذان پوری ہو گئی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ لوگو! میں نے مؤذن کی اذان کے وقت اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں سنا۔ آپ بھی یہی کلمات فرماتے ہو کہ تم نے مجھ سے سنے ہیں۔

امام احمد حضرت علقمہ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ کے نزدیک تھا۔ آپ دہرا رہتے تھے تو مؤذن کہتا تھا مگر جب مؤذن نے سحی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب مؤذن نے کہا سحی علی انقلاب تو آپ نے کہا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اللعلیٰ العظیم۔ بعد ازاں وہی کہہ ہو کہ مؤذن نے کہا۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

بخاری، مسلم، مؤطا امام مالک، ابو داؤد، ترمذی و نسائی نے حضرت حمید بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منبر پر سال حج میں حضرت امیر معاویہ سے سنا جبکہ بالوں کا ایک گچھا آپ کے

بہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایسے بالوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے نبی اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے تھے جس وقت وہ ایسے بالوں کو پکڑتے "قبول" تھے۔

شیخین اور نسائی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مدینہ شریف آئے اور جمیں مخاطب کر کے بالوں کا ایک چوڑا بٹا اور فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ بھی کوئی اس کو بناتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسے بالوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے بن کا نام "جھوٹ" رکھا تھا۔ امام نسائی حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو منبر پر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں عورتوں کے بالوں کا ایک گچھا تھا۔ فرمایا کہ مسلمان عورتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے بال استعمال کرتی ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ وہ عورتیں جو اپنے سر میں ایسے بالوں کا اضافہ کرتی ہیں جبکہ یہ غرض جھوٹ ہے جس کو وہ پھیلا رہی ہیں۔

طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمر کی زبان اور دل میں متعلق کر دیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب میں خواتین والی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں

کے سامنے وضو فرمایا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ جب سر کے مسح تک پہنچے تو پانی کا چلو بھر کر اٹھے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو وسط سر تک لے گئے یہاں تک کہ پانی کے قطرے گرنے لگے پانچ گونے کے قریب تھے۔ پھر پیشانی سے گدی تک اور گدی سے پیشانی تک مسح کیا۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام فرمایا کہ رکوع اور سجدے میں مجھ سے آگے نہ بڑھ کر رکوع اور سجدے میں جتنی دیر میں تم سے پہلے چلا جاتا ہوں تو رکعت کے لئے اٹھتے وقت اتنا حد تم پالت ہو بیشک میرا جم کچھ بھاری ہو گیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص بڑے عمل کرتا تھا اور ناحق ظلم کرتے ہوئے ستائش آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پس وہ شخص نکلا اور دیر یا تیا میں ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص کہ جس نے ستائش افراد کو ناحق ظلماً قتل کیا ہو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ راہب نے کہا کہ نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس گیا اور اس کو بھی اسی طرح کہا۔ دوسرے راہب نے بھی وہی کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس شخص نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر تیسرے راہب کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی دیکھا کچھ دریافت کیا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔ لہذا اس نے اس تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

پھر وہ ایک اور شخص سے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ایک شخص

نے بڑائی کا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور اس نے ظناً، ناحیاً سو قتل بھی کئے
ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ مارہب نے اس سے کہا: قسم بخدا!
اگر میں تجھ سے یہ کہوں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں
فرماتا تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہاں دیر، علاقہ میں عبادت گزار قوم
ہے تم وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، پس
وہ وہاں تائب ہو کر نکلا ابھی اس نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ اللہ نے
فرشتہ بھیج کر اس کی روح کو قبض کر لیا۔ پھر اس کے پاس عذاب اور رحمت
کے فرشتے آگئے اور اس کے معاملے میں جھگڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان
کے پاس ایک اور فرشتے کو بھیجا جس نے ان دونوں فرشتوں سے کہا کہ دونوں
گاؤں کے درمیانی فاصلے کو ناپ لو۔ جو قریب ہوگا اس کا شمار اسی گاؤں
والوں میں ہوگا۔ چنانچہ ناپا گیا تو وہ عبادت گزاروں اور توبہ نلا کرنے
والوں کے گاؤں کے چند انگلی برابر قریب نکلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو
بخش دیا۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ہم نے بطریق ابو داؤد، عبد اللہ
بن علامہ اور انہوں نے مغیرہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں
کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں باب حوض پر لوگوں
کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں فلاں دن چاند
دیکھا اور تم پر روزہ رکھنے میں سبقت لے گیا ہوں۔ پس جو شخص اچھا سمجھتا
ہے تو وہ ایسا کرے۔ حضرت مالک بن ہیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور
کہا۔ اے معاذ یہ کیا ایسی کوئی چیز تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنی تھی؟ یا یہ تمہاری اپنی رائے ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پورے عہد کے روزے رکھو اور اس کے پہلے
حصہ کے۔

بخاری نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ
نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رشاؤ
فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے
دین میں ثقہ عطا فرماتا ہے اور بیشک میں تو بانٹنے والا ہوں جبکہ عطا
کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ امانت ہمیشہ دین پر قائم رہے گی بخلافین
اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ امر الہی آجائے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا
کہ میں تو خاندن ہوں جس کو بطیب خاطر دوں گا پس اس میں برکت ہوگی
اور جس کو اس کے مانگنے اور طلب کرنے پر دوں گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی
کہ جو کھائے مگر پیٹ نہ بھرے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔
وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرتے ہوئے
پیٹ نہ جایا کرو۔ قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی تجھ سے سوال کرے اور میں
اس کے سوال کے بار بار اصرار پر اس کو کچھ دے دوں تو میرے اس عطیہ
میں اس کے لئے برکت نہیں ہوگی۔

ابو داؤد اور نسائی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیتے کی سواری سے اور سونے کے
پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ معمولی ٹکڑا ہو۔ اسی طرح ایک۔ اور

روایت میں ہے جو کہ انہی کتب میں حضرت معاویہ سے مرفوعاً مروی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے پر سواری نہ کرو۔

نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں
کہ ان کے پاس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس کہا کہ کیا تمہیں معلوم
ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹکڑا بھر سونے کے پہننے سے بھی منع فرمایا
ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ عظیم

ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اصحاب نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس چیز سے اور چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا ہے۔
تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے حج اور عمرہ کے درمیان قرآن سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا۔
کہ یہ تو ہم نہیں جانتے، حضرت معاویہ نے فرمایا کہ یہ بھی انہی میں شمار ہے
مگر تم نے بھلا دیا۔

امام مسلم طحاوی بن کثیر کی روایت ان کے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ
فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ
مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے روز مؤذنون
کی گردنیں سب سے لمبی "اونچی" ہوں گی۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ مسجد
میں لوگوں کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ حلقہ باندھ کر کیسے بیٹھے
ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کیا صرف

اسی لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ بخدا اس کے علاوہ بیٹھے کا ہر کوئی مقصد
نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے میں نے حلفت اس لئے نہیں لیا کہ تم پر کوئی
تہمت لگا رہا ہوں بلکہ جن حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عجب
جیسا قرب حاصل تھا ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس نے مجھ سے کم روایت نقل
کی ہوں۔ بے شک حضور علیہ السلام صحابہ کی جماعت کے ایک حلقہ کے پاس
تھے اور فرمایا کہ تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں
بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہم اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے
ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے
فرمایا۔ اللہ اتم صرف اسی مقصد سے بیٹھے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے
فرمایا کہ تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ تم پر کوئی تہمت ہے لیکن حضرت جبریل
علیہ السلام میرے پاس آئے اور ضروری اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ربڑ
تم پر فخر فرماتا ہے۔

حدثنا رضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم کے سامنے وحی کو تحریر فرماتے تھے۔ آپ
نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ دو اٹ ڈال دو، قلم کا قطر ٹھہرا کر دو حرف
با کو سیدھا نکھو۔ سین کے دہانوں کے درمیان فرق رکھو۔ میم کے سرے کو ملا
کر نہ نکھو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت نکھو۔ رحمن کو کھینچ کر نکھو اور رحیم کو
حسین نکھو۔

حضرت ابیر معاویہ اتباع سنت میں حریص تھے۔ امام
تاسعاً | ابنی شرح السنہ میں ابی مجاز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نیکے تو عبد اللہ ابن عامر اور عبد اللہ ابن زبیر بیٹھے

تھے۔ ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہو گئے، جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابو داؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں عمرو بن مہرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے امور مسلمین میں سے کسی شے کا حاکم بنایا ہو اور اس نے ان کی حاجت و ضرورت اور فقر و غلت کے آگے پردہ حائل کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت و غلت اور فقر کے آگے پردہ حائل کر دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کا تقرر کر دیا۔

بخاری نے میسر بن شعبہ کے کاتب وار سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے میسرہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیج کہ جس کو تم نے خود حضور علیہ سے سنا ہو تو حضرت میسرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو نماز سے فراغت کے بعد تین بار یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لا الہ الا اللہ ولہ الحمد وھو کل شیء قد ید۔ پھر فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیل و حجت، اکثریت سوال، تفتیح مال، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے، ماؤں کی نافرمانی، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین نبی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ مجھے اختصار سے کوئی وصیفت تحریر

فرمائیں۔ نبی صدیقہ نے ان کو لکھا۔ السلام علیک ابا عبد۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں پر نیکی کر کے اللہ کی رضا کا طلبگار ہوگا تو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمت کا فیاض ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طلبگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کا وکیل ہوگا۔ والسلام۔

ترمذی اور ابو داؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے علاقہ کی جانب نحو سفر تھے اس لئے کہ جیسے ہی معاہدے کی میعاد ختم ہو رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ پس ایک شخص جو گھوڑے سے یا بچہ پر سوار تھا آیا اور وہ کہتا تھا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر البقا نے عہد لایمی ہے۔ جنگ نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ نے اس سے دریافت کیا اس معاملے میں تو انہوں نے کہا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو جب تک مدت معاہدہ ختم نہ ہو اس وقت تک عہد نہ توڑے یا پھر ان کے معاہدے کو مسترد کر دے تاکہ عدم معاہدہ سے فریقین برابر آگاہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہی لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

حضرت معاویہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جن کو قاضی عیاض نے شفا شریف میں ذکر کیا ہے کہ نبی حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کے لئے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو حضرت معاویہ پلنگ سے اٹھے اور ان سے انگلی

ہو کر ملے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ "جو کہ نہر مرو کے پاس تھا" کی زمین ان کو عطا فرمادی۔ یہ عطاؤں اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت عالس کی صورت حضور اکرم نور عیسم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریف کے مشابہ تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث کی اتباع کا حکم **عاشرا** فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ مدینہ شریف میں آئے اور یہاں کے فقہاء سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنت رسول کے مخالف ہوتی تو اہل مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں میں تمہارے علماء ہیں؟ میں نے تو حضور علیہ السلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو، البتہ تحقیق ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ہم نے ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس نماز سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنے سے۔

امام الحدیث امام مسلم حضرت عمرو بن عطا سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کے پاس اس لئے بھیجا کہ میں ان سے "سائب" سے ایسی بات معلوم کروں جو انہوں نے حضرت معاویہ کو مانا میں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ معذورہ میں میں نے حضرت معاویہ کے ہمراہ نماز جمہ پڑھی تھی۔ جب انہوں نے سلام

بھیرا تو میں نے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ جب گھر لوٹے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے دوبارہ اس طرح ذکرنا۔ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ بات نہ کر لو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں اس لئے کہ حضرت عمر لوگوں کو ثواب الہی سے ڈراتے تھے، شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرت

امادیث بیان کرنے سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں اہل کتاب نے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہد فاروقی کی روایات کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ لوگ ان کی بہت دسپوت سے فخرزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر تنہاوت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہو گئیں اور سنن مشہور ہو گئیں۔

بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو کسی نے یہ روایت پہنچائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ عنقریب علاقہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ غضب ناک ہو گئے۔ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

بہر فرمایا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی
احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ تو وہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ اس کا اثر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم ایسی باتوں سے
بچو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے
آپ نے فرمایا۔ یہ امر قریش میں رہے گا۔ تم میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ
دشمنی نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیشانی پر نشان نہ لگا دے
یاد دین کو قائم نہ کریں۔

حادی عشر کثیر بھائیہ کرم کی برہمت نے حضرت مبارک کی بیرونی کی
مثلاً حضرت عمرو بن عاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ
زادہ رضی اللہ عنہ، معاویہ بن خدیج وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

اشہ عشر حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ
کو شام کا گورنر بنایا۔ حالانکہ آپ تو حکام و امرا کی علاج
فساد میں بہت اختیار فرماتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی
حضرت معاویہ کو موزوں کیا بلکہ انہیں ان کی گورنری پر سنا رکھا۔

ثالثہ عشر فقہاء کرام حضرت من وریہ کے جہتہ و کومتہ علیہ سمجھتے تھے۔
اور دیگر صحابہ کرام کے مذہب کی حرج آپ کا مذہب بھی
ذکر کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ معاذ ابن جبل، معاویہ اور سعید بن
مسیب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کا نسب کا وارث ہو سکتا ہے اور حضرت
معاویہ سے ان کا یہ قول کہ ناکہ حجاج ایک دینے والے ہے جیسا کہ حضرت زید
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور ان کا یہ قول کہ کنین یا نبین
کا اسلام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح ثابت ہے۔

رابعہ عشر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خلافت حضرت معاویہ
کو سپرد کر دینا باوجود اس کے کہ امام حسن کے ساتھ ایسے
چالیس ہزار اشخاص تھے جنہوں نے موت یران سے بیعت کر رکھی تھی۔ اگر
آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے ال یہ ہوئے تو سب طیب امام حسن خلافت ان کے
حوالے کیوں کرتے۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حرج جنگ
لڑتے۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

خامسہ عشر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن علیہ السلام سے نہایت
ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔
ابن بیت نبوت کے فضل علی میں رطب اللسان رہتے۔ یہ سب باتیں نفختہ و
عنایت کے باوجود ان کے ایثار و حق پر دلالت کرتی ہیں مگر مخالفت و منافقت
تو بقدر الہی پیش آتی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند حضرت معاویہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام
حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان اور ہونٹ چوسنے لگتے اور فتنہ آسانی آن
ابوں اور زبان کو کبھی عذاب نہ دے گا جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
جوہر ہو۔ ملا علی قاری ہری شرح مشکاۃ میں عبداللہ ابن بریدہ سے روایت
نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن حضرت معاویہ کے ہاں تشریف لائے تو
حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا
کہ ایسا عطیہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔
پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن نے قبول فرمایا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی

مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو اس لئے کہ وہ تجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ سائل نے کہا کہ امیر المؤمنین مجھے علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بڑی بات ہے تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر معزز سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ ”اے علی“ تیری نسبت تجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یونہی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسئلہ احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً ”حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہو اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور انہیں دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا۔ مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی سے مسائل دریافت کرتے اور استفادہ کرتے تھے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب بھی حضرت عمر کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو آپ فرماتے کہ یہاں ”حضرت“ علی ”رضی اللہ عنہ“ موجود ہیں۔

امام متغیری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت غنیہ بن عامر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہلم تھا تو فرمایا کہ تم مجھ کو علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ اس کے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رد و نما ہوا اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا اور ان کا ایک نام آسمان میں ہے جس کو آسمان والے

جانتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پھلوں کی کثرت ہوگی باطل مٹ جائے گا اور حق زندہ ہوگا۔ وہ صالح لوگوں کا زمانہ ہوگا۔ ان کے سر بلند ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔ ”معاویہ“ سے حضرت ام مہدیکہ بنی حاکم اور ابن بخاری نے بروایت بشام بن محمد ان کے والد سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ سے سالانہ ایک لکھ عطیہ ملتا تھا تو ایک سال وہ وظیفہ کسی طرح رک گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مزید تنگدستی کا شکار ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلم و دوات منگوائی تاکہ معاویہ کو خط لکھوں اور اسے اپنی یاد دہانی کرواؤں۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ پس میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ حسن تم کیسے ہو، میں نے عرض کیا، آباؤان بہتر ہوں اور وظیفہ میں تاخیر کی شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ تو دوات منگوا کر اپنی جیسی مخلوق کو خط لکھ رہا تھا تاکہ اس کو یاد دہانی کرانے میں نہ عرض کیا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”تو میں کس طرح کروں؟“ انحضرت نے فرمایا کہ یہ کہو۔ اسے میرے تلب میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے سے علاوہ کی تمام امیدیں مٹا دے۔ حتیٰ کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اسے اللہ میری قوت میں اضافہ فرما جو کہم عقی کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہے، تاکہ اس کی طرف میری رغبت نہ جانے اور نہ میرا سوال اس کو پہنچ سکے۔ اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہو سکتی ہے اور جو قوتے اولین و آخرین کو یقین کی دولت مرحمت فرمائی ہے۔ اے رب العالمین مجھے بھی اس کے لئے خاص کر لے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم جہلم میں نے مکمل ایک ہفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ مجھے ہندو لاکھ کا وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسئلہ مل گیا۔ پس میں نے کہا کہ تم تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنے مذکورین کو کبھی فراموش نہیں

فرماتا اور نہ اس کی دعا کو رد فرماتا ہے۔ پھر میں نے دوبارہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا اے حسن! آپ کیسے ہو؟ عرض کی۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بہتر ہوں۔ اور اپنی ساری بات بیان کی۔ تو فرمایا۔ اے میرے نختہ جگر بیٹے، اسی طرح جو اپنی امید کو خالق سے وابستہ رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا معاملہ کرتا ہے۔

محمد بن محمود کلمی اپنی تصنیف نقاش القنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ حضرت علی خدا کی قسم شیر کی طرح تھے۔ جب آواز لگاتے تھے اور سب ظاہر ہوتے تو چاند کی طرح۔ جب عطا و اکرام پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آل ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے خیر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایانِ شان شعر سنائے میں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار انعام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عامر رضی اللہ عنہ نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پہنچے

هو البناء العظيم وقلک نوح

وباب اللہ وانقطع الخطاب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن جحرہ سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ قسم بخدا حضرت علی کی غایت نہایت بعید تھا۔ بہت قوی تھے۔ وہ فیصلہ کرنے کے اہل تھے۔ عدل پر بھی حکم دیتے تھے۔ ان کے چاروں اطراف علم کے فوارے پھوٹتے تھے۔ حکمت ان کی زبان پر بولتی تھی۔ دنیا اور اس کی رنگینوں سے وحشت زدہ رہتے تھے۔ رات سے انہیں موالست تھی اور اس کی وحشت و تنہائی سے بھی نجات رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ لمبی سوچ رکھتے تھے۔ غنقر لباس رکھتے اور کھانا بھی معمولی کھاتے۔ ہمارے درمیان سادگی سے رہتے۔ ہمارے سوال کا جواب دیتے اور ہمارے بلانے پر چلے آتے۔ قسم بخدا۔ اتنی قوت کے باوجود ہم پر ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینی بھائیوں کی تکلیف کرتے، مساکین کو قرب بخشتے۔ کوئی شہ زور اپنے ناحق کے لئے ان کی حمایت کی توقع نہیں کرتا تھا اور ضعیف ان کے عدل سے ناامید نہیں تھے۔ بعض مواقع پر میں نے ان کو دیکھا کہ جب رات چھا جاتی، ستارے ڈوب چکے ہوتے تو آپ اپنے دائرہ شریف کو پکڑے ٹرپ ٹرپ کر رہے تھے اور غمزدین کی طرح آہ و بکا کر رہے تھے اور فرماتے۔ اے جا اپنے شوق کا دھوکہ کسی اور کو دے۔ ہیبات ہیہات۔ جائیں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں۔ کبھی بھی تیری طرف رجوع نہیں کروں گا۔ کیونکہ اے دنیا تیری عمر قلیل ہے مگر تیرے خطرات کثیر ہیں۔ آہ، آہ تو شہ کم ہے، مسافت دور ہے اور راستہ وحشتناک ہے۔ یہ اوصاف سننے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روئے

لگ گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حسن کے باپ پر رحمت بے پایاں فرمائے۔ وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

السابع عشر ایک آدمی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس کے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جھوکی تو آپ نے اس کو بھی کوڑے لگوائے۔

الساابع عشر ابن عباس کو بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم قریب تمہارے درمیان چپقلش ہوگی حضرت معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ مجھ قضائے الہی پر ناراضی ہیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی **وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْتُمْ وَلَكِن اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ شاید ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے مابین صلح کو ادا کرے۔

التاسعة عشر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنو امیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزہ بد کہا جائے گا۔ اس کو روایانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداد سے روایت کیا ہے۔

ابو علی "صحیح غالباً ابو یعلیٰ ہے" نے بسند ضعیف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت انصاف پر قائم رہے گی۔ حتیٰ کہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا۔ وہ بنو امیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزہ بد کہا جائے گا۔ پس یہ بات اس اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت رسول کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سن ستر ہجری کے شروع سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور فوجوں چھوڑ دوں کی حکومت سے۔ "رواہ احمد"

سندھ سے تاریخ ہجری مراد ہے یا پھر حضور علیہ السلام کا پرورد پوشی کے ستر سال بعد مراد ہے اور فوجوں کی امارت سے مراد نیزہ بد کی امارت ہے اور اللہ حکم الہی کی حکومت مراد ہے اور لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یزید کو دیکھا تھا جبکہ حضرت معاویہ اس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جنتی نے ایک جہنمی کو اٹھا رکھا ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یزید تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔

المکملہ عشرین

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ

عنه ۶۰ سال کی عمر میں ماہِ رجب میں بمقام دمشق فوت ہوئے۔ آخری عمر میں آپ کو لقوہ ہو گیا تھا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں قریش کے ایک فرد کی طرح ذی طویٰ میں رہتا اور سلطنت و حکومت کو نظر بھردیکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک تہبند، ایک چادر "اور ہننے والی" ایک قمیص اور کچھ بال شریف اور ناخن تھے۔ آپ کی وصیت تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی قمیص میں کفنانا اور اسی چادر شریف میں لپٹانا اور تہبند میری گھر پر لپیٹ دینا۔ مجھ میرے ناک کے تختوں، پیشانی اور باجھوں میں یہ بال اور ناخن شریف رکھ دینا۔ بعد ازاں مجھے اللہ ارحم الراحمین کے حضور میں پیش کر دینا۔

الحادی عشرین

امام الاکبر امام مالک علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کوئی شخص اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً ابوبکر،

عمر، عثمان، معاویہ، یا عمر بن عاص رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی گالی دے یا ایسا دیا کہے تو وہ گھلی گرا ہی پر ہے یا کفر پر ہے۔ اُسے قتل کیا جائے گا اور اگر گالی کے علاوہ کوئی اور بد گوئی کرتا ہے۔ "اعتراض کرتا ہے" تو اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ وہ صواعقِ عذرا ہے۔

فصل :- صلح کے ذکر میں جو کہ معجزہ ہے

حضرت ابوبکر ثقیفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں

نے منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلوہ افروز دیکھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک دفعہ اپنے صحابہ کو دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسن کو دیکھتے اور فرماتے کہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

انہی حضرت ابوبکر ثقیفی سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن، بچپن میں آتے اور حضور علیہ السلام کی گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے اُجستہ آہستہ مڑاٹھاتے تھے کہ امام حسن کو نیچے اتار دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ بھول ہیں لاریب میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ یہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے اور تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع الاصول میں روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ قسم بخدا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک پہاڑ جیسا لشکر لے کر حضرت سیدنا امیر معاویہ کے مقابلے پر آگئے تو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسے دو مد مقابل شکروں کو دیکھ رہا ہوں جو ایک دوسرے کو قتل کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا۔ قسم بخدا، وہ دونوں سے بہتر ہیں۔ اسے عمرو تو دیکھ کر اگر وہ ان کو

قتل کر ڈالیں تو پھر امور مسلمین کی نگہبانی کے لئے کون رہ جائے گا؟ عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کون رہ جائے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے قریش کے دو آدمی حضرت عبدالرحمن بن عمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حضرت ام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا چنانچہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں گئے اور صلح کی درخواست کی حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہم جو عبدالمطلب کو اس مال میں سے بہت کچھ وصول ہو چکا ہے اور یہ امت ایک دوسرے کا خون بہانے پر تل گئی ہے پس آپ نے صلح کر لی۔

ملا علی تاری ہروی شرح مشکوٰۃ شریف میں "ذخائر" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابو عمر و فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب شہید ہوئے تھے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی تھی اور اس سے پہلے وہ لوگ آپ کے والد کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کر چکے تھے اور یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حضرت ام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ پس حضرت حسن عراق، ماوراءالنہر، عداۃ خراسان میں سات ماہ تک خلیفہ رہے پھر حضرت معاویہ نے ان کی طرف اور انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف پیش قدمی کی اور سواکے صلح میدان میں دونوں لشکر جب آئے سانسے صف آرا ہوئے تو امام حسن نے دیکھا کہ جب تک ایک لشکر دوسرے لشکر کا صفایا نہ کر دے کسی کو غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ وہ خلافت ان کے سپرد کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اپنی مدینہ، ابن حبانہ و عراق کے کسی ایک آدمی سے بھی کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے خصوصاً ان امور کے سلسلے میں جو میرے والد گرامی کے زمانے میں ہو چکے ہیں تو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ یہ تو قیاس میں بھی نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ منظور ہے مگر قیس بن سعد کی نہیں اس لئے کہ مجھے وہ جہاں بھی ملا تو میں اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ لوں گا۔ حضرت حسن نے دوبارہ لکھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کی بات ہے تو میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کے پاس ایک سفید کاغذ روانہ کیا اور کہا کہ اپنی مرضی کے مطابق شرائط لکھو، میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کی صلح ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لکھی کہ حضرت معاویہ کے بعد امر خلافت ان کے سپرد ہوگا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کر دیا۔

عاری حق حضرت محمد بن محمد امی نقلی البخاری المعروف خواد محمد پارسا علیہ الرحمۃ جو کہ حجت البلیغیت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنی کتاب فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم غنی کا ارشاد ہے کہ جب امر خلافت حضرت حسن نے حضرت معاویہ کے ہوالے کر دیا تو اس سلسلے کا نام "سنۃ الجماعت" رکھا گیا۔ ایک شیعہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: "یامعدنی المومنین! اے مومنین کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تم مع المومنین یعنی مومنین کو عزت دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مارت کو مکروہ نہ جانو اس لئے کہ میرے بعد امر خلافت انہی کی راہ ہوگی۔ اگر تم نے اس کو گنوا دیا تو تم سرور کو ان کے شکانونوں سے بیرون کی طرح گرتے دیکھو گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعہ روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاویہ اگر امر خلافت کے تم والی ہو تو ہمیشہ اللہ سے فرنا اور انصاف

کرنا۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے یہ گمان رہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس آزمائش سے لازماً گزر دوں گا یہاں تک کہ میں اس آزمائش میں مبتلا ہوا۔ «رواہ احمد و یحییٰ»

حفظہ و اکرمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں پر جب تم نظر و فکر کرو گے تو تم ہر دو بڑی جماعتوں کو معظم و مکرم پاؤ گے اور عظمت و کرامت ہی ان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت معاویہ پر طعن اور ان کے جوابات

جان لے کر ہم حضرت معاویہ و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ معصوم ہونا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ متحقق ہے اور انہی کے خواص میں سے ہے جیسا کہ مرام الکلام فی ظہم الکلام میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء کرام سے خوبائیں سہواً یا طبیعت بشریہ سے صادر ہوتی ہیں ان کو نسیان کہا جاتا ہے لیکن ان کا نام ترک فضل رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر ایسی کوئی بات کسی ایک صحابی رسول سے صادر ہو جائے جو ان کی شایان شان نہیں تو یہ بعد از اسکاں نہیں اور پھر حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات و جنگیں ہونیں نیز ایسی باتوں کا صدور سہواً کہ جن میں خود فکر کرنے والوں کو جھڑنگی ہوتی ہے مگر ہمارے مذہب و اہلسنت و جماعت میں حدود و جاس میں تاویل کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تاویل ممکن ہی نہ ہو تو وہاں ایسی روایت کو رد کرنا واجب ہے۔ نیز سکوت و طعن سے گریز بھی واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر ان حضرات صحابہ سے مغفرت و اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ ان حضرات کو آگ مس نہیں کرے گی اور جو ان کے باہمی تناقضات پر تنقید کرے گا اس کے لئے سخت ترین وعید ہے۔ پس جملہ اصحاب رسول سے حسن ظن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہی سلف صالحین محدثین کا اور اصولین حدیث کا مذہب ہے اور اسکا پر ثبات قدری کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اکثر لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے میں اور شاید اس میں حکمت ہے کہ ان سے کوئی بات ہو گئی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آخر دنیا تک ان کے لئے اعمال صالحہ کا کوئی سلسلہ جاری رہے قریب ہے کہ جس چیز کو تم مکروہ جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

بعض محدثین نے جن میں مجدد الدین شیرازی نے اپنی کتاب پہلا طعن سفر السعاده میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اسی طرح بخاری نے ابن لیث کی حدیث پر قول ذکر کیا ہے کہ باب باندھلے، دیگر صحابہ کی طرح فضائل و مناقب کا باب نہیں باندھا۔

اس سلسلے میں پہلے دو حدیثیں گزر چکی ہیں۔ ان میں سے جواب ایک مسند امام احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی ہے۔ اگر عدم سمیت سے عدم ثبوت مراد ہے تو یہ مردود قول ہے جیسا کہ حدیث کے مابین ہو گزرا اس میں کوئی مرجع نہیں کہ اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور بہت سے احکام و فضائل احادیث حسان سے ہی ثابت ہیں کیونکہ احادیث صحاح بہت کم ہیں۔ پھر جو حدیثیں سنن و مسند میں ہیں وہ

درج حسن سے کم نہیں ہیں۔ نیز فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کا جواز نہی حدیث میں متنبین ہو چکا ہے۔ روایت حسن کی فضیلت تو اپنی جگہ میں نے تو بعض کتب معتبرہ میں صاحب میزان امام محمد الدین ابن اثیر کا یہ قول دیکھا ہے کہ سند احمد میں فضیلت معاویہ کی حدیث صحیح ہے مگر اس وقت وہ کتاب یاد نہیں آ رہی ہے اور پھر شیخ عبدالحی محمد دہلوی نے بھی شرح سفر السعاده میں انصاف نہیں کیا گویا انہوں نے کلام مصنف کا اقرار کر لیا ہے اور دوسرے تعصبات پر تعقب کی طرح اس پر بھی تعقب نہیں کیا۔

بخاری کے اس فصل کا جواب یہ ہے کہ ان کا تفتن فی الکلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبد اللہ بن سلام، جابر بن مسلم بن عبد اللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر معنوں سے ہی ذکر کیا ہے۔

دوسرا طعن اہل مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیار و محبت سے مجھے کندھے پر مٹکا کر سید فرمایا۔ پھر فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قاتلہ اللہ ما اکرمہ، ویل ماہ وابدہ ما اجودہ، اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، برسرِ تسمیہ، تو پھر

اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمت و قدرت بنادے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے "باب وہ شخص کہ جس پر تعجب نہ ہو علیہ وسلم نے لغت کی جو یا ملاست کی ہو یا بدو عاویہ ہو جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور اجساد ہوں گی اور پھر اس باب میں مذکورۃ الصدور حدیث لائے ہیں۔ اور اسی میں حضرت ابی بنی صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط رکھی ہے "سُن" میں نے کہا کہ اے اللہ میں بشر ہی ہوں میں جس مسلمان کو میں نے گالی دی ہو، لغت کی ہو تو تو اس کو اس شخص کے لئے باعثِ طہارت بنادے۔

اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیری ذات سے عہد لینا چاہتا ہوں اور تو اس کے کبھی برعکس نہ کرنا۔ میں لباسِ بشری میں ہوں۔ اگر کسی مسلمان کو اذیت دی یا کسی کو میں نے گالی دی ہو، لغت کی ہو یا مارا ہو تو آپ اس کو اس شخص کے لئے رحمت و باعثِ طہارت بنادینا اور روزِ حشر اس کو اپنی قربت کا سبب بنادینا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اے اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لباسِ بشری میں ہوں مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے جیسا کہ دوسرے بشر کو غصہ آ جاتا ہے۔

اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے شرط رکھی ہے۔ میں نے اللہ سے

درخواست کی ہے کہ میں لباس بشری میں ہوں۔ راضی بھی رہتا ہوں جیسے دوسرے بشر راضی ہوتے ہیں، غصہ بھی ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر غصہ ہوتے ہیں۔ پس اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کے لئے بدعا کروں جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو تو اسکو شخص کے لئے پاکیزگی اور روزِ حشر اپنے تقرب کا باعث بنانا۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا فرمایا اور انہیں زمین کی سرداری عطا کی اور یہ انتہائی گرم ستری ہے

ترمذی شریف میں یوسف بن سعید سے مروی ہے کہ
تیسرا طعن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر انام حسن سے کہا کہ آپ نے مومنین کا منہ کالا کر دیا ہے۔ یا یہ کہا کہ آپ مومنین کا منہ کالا کرنے والے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا کہ تو مجھے برا نہ کہہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی امیہ کو اپنے منبر پر فروکش دیکھا تو آپ نے اس کو اچھانہ ٹھکرا۔ پس سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ اے محمد یعنی ایک جنت میں ایک نہر ہے اور سورۃ القدر نازل ہوئی۔ خیر من اللہ شہد تک۔ اے محمد بنو امیہ آپ کے بعد ایک ہزار ماہ تک حکمرانی کریں گے۔ تاہم بن فہر کہتے ہیں کہ ہم نے بنو امیہ کی حکمرانی کی مدت تخمینہ لگایا تو واقعی پورے ایک ہزار ماہ ہوئے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ (نبی امام ابن الاثیر اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ یہ تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ امام حسن کی امیر معاویہ سے بیعت حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے تیس سال بعد ہوئی اور ان کی حکمرانی ابومسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ ٹوٹل ۶۲ سال ہوئے۔ اس میں سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کی مدت اٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو باقی ایک ہزار ماہ رہ جاتا ہے۔ اور حضرت عمر بن حصین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے پردہ فرمایا اس حال میں کہ آپ تین قبائل کو اچھانہ ٹھکرتے (۱) ابو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنو امیہ۔ "ترمذی"

یہاں مطلق بنو امیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے کیونکہ بنو امیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں شامل ہیں اور دونوں باجماع اہل سنت امام الہدی ہیں اور حضور علیہ السلام کی ناگواری کا باعث مزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور اولاد مروان بن حکم ہے یعنی یہ سنت رسول کے مخالف تھے اور اصحاب رسول و آل رسول کو انہوں نے ایذا دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کا بنو امیہ کی طرف منتقل ہونا اور شتہ تقدیر ہے اور اہل بیت نبوت کے لئے اللہ کے ہاں سے جھلائی ہی جھلائی ہے۔

چوتھا طعن مسلمہ شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما حضرت سعد کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے ابو تراب "حضرت علی" کو سب و شتم کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان کے حق میں تین باتیں یاد ہیں۔ میں ان کو سرگز برا نہیں کہوں گا۔ پس ان باتوں کا ذکر کیا وہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہماروں کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نجات نہیں (۲) خیبر کے دن میں جھنڈا اس کو اٹھا کروں گا جو

اللہ اور اس کے رسول مقبول سے محبت کرتا ہوا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہوا (۳) جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے الہی یہ ہیں میرے اہل بیت "اہل بیتنا" اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؑ کی برائی کا کہنا کھلی غلطی ہے۔

جواب شرح مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے، یا پھر سب و شتم سے مراد ان کی اجتہاد میں خطا اور ہمارے اجتہاد کی سختی ہے یا یہ کہ انہوں نے قوم کے کچھ لوگوں کو حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتے سنا تو چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت علیؑ کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو اس سے باز رکھیں اصل بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علیؑ کو کم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علیؑ کو کم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علیؑ کو ان کی کنیت ابو تراب سے ذکر کرنا یہ کوئی تشبیہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کی پسندیدہ کنیت تھی۔

پانچواں طعن حضرت معاویہ کے دور میں بدعات کا فہور ہے شرح وقایہ میں ہے کہ مدنی پر قسم کا رد کرنا بدعت ہے۔ اور اس پر سب سے پہلے فیصلہ حضرت معاویہ نے کہا نیز سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے غصبی "بیجری" لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا۔

جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت کے مطابق حضرت معاویہ عہد تھے۔ خطار و مہو اب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر انہوں نے نیرید کو اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی جس کو اس نے پورا نہ کیا اگر حسن ابن علی رضی اللہ عنہما زندہ ہوتے تو حسب وعدہ امر خلافت انہیں کے سپرد ہوتا۔

حضرت معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو زہر دلوایا۔

جواب یہ بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی ایسی خرافات ہیں جو معتد علیہ نہیں ہیں۔

سائواں طعن تفصلاً زانی کی شرح تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ بیمار تھے تو حضرت امام حسن عیادت کے لئے تشریف لائے۔ بیٹھے تو معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

وتجلدی للشامین اریحہو، انی لریب المدھور لا اقعہ فسم
واذا المذنبۃ انشبت اظفارھا، الفیت علی تمیۃ لا افسم
یہ روایت غیر متفق ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن علیہ السلام ہی ہوں۔

آٹھواں طعن کہ وہ حضرت حسن کے وصال پر خوش ہوئے۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ اسی روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا ہے۔ ابن عباس نے کہا

مجھے علم نہیں، مگر آپ کو میں خوش دیکھتا ہوں۔

مورخین حاطب البلیلی ہیں اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو ممکن ہے ان کی خوشی کسی امر دیگر کی وجہ سے ہو۔

جواب

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ تجھے باغی مگر وہ قتل کرے گا۔ "مسلم"

نواں طعن

اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر چڑھائی کی وہ اناک حتی پر چڑھائی کرنے والے ہیں مگر یہ بغاوت اجتہاد کی نفس جو کہ ان پر معاف ہے، ملا علی قاری

جواب

شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کی یہ تادل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطہلہ کرتے والا تھا۔

جنگ صفین میں حضرت علی کا قول "عبارت مخدوف" دسواں طعن ہے "قاضی میندھی حضرت علی کے دیوان کی شرح میں

دسواں طعن

یہ گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت معاویہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جو سورہ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

یہ دیوان حضرت علی سے بسند شیعہ منسوب ہے جو کہ وضع و تحریف میں ضرب المثل ہے۔ بر تقدیر تسلیم ہم یہ

جواب

نہیں مانتے کہ شارح نے جو ذکر کیا ہے وہی مراد صاحب دیوان کی ہے اس پر کیا حجت ہے کہ دوسرے پر قاضی شارح جیسے لوگ برائی کریں، اور پھر خلیفہ بظور تعزیر کسی شخص کو سب و شتم کر سکتا ہے جبکہ دوسروں کے لئے یہ جائز نہیں، صافچلہ۔ جب ان اکابر کے مابین طعن بالکسان

"تکوار" وقوع پذیر ہوا ہے تو زبانی طعن تو بہت ہی کم ہے مگر کبھی دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ اگر دو سبائی آپس میں سب و شتم کریں تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ کسی ایک کو گالی دے، اس سے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح ہوتا ہے۔ ان میں سے زعفرانی اپنی کتاب میں حضرت عبدالرحمن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود بن حرب ۱۶ مایل القللعین بنا کاظمی معاویہ بن حرب کو میری یہ بات پہنچا دو کہ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کا امیر ہے۔

پہلی بات یہ کہ کیا یہ شعر ثابت بھی ہے یا کہ موضوع ہے اور زعفرانی نے تو اپنی تفسیر میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے بطلان پر کسی کو شک بھی نہیں اور اعتراضات ورفض تو ایک ہی دادی سے ہیں۔

ان میں سے ایک امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن عبد ربیع سے روایت کیا ہے۔ وہ کلام طویل ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن غاص رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے سامنے میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ جو امام پر حملہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ عبدالرحمن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچا زاد معاویہ ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ لڑائی کی طاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں اس سے بچو۔ دراصل مسائل کا مقصود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرقت سے ہوتی تھی۔

کئی ایک لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابو عبد الرحمن
گیا ہوا طعن احمد نسائی نے اہل شام سے سوال کیا کہ ہیں فضیلت
 معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا۔

لا، شیح اللہ، بطنی اللہ، ان کا پیٹ نہ بھرے کے علاوہ
 مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے "کیا معاویہ
 اس پر راضی نہیں کہ مساوی چھوٹ جائیں، وہ فضیلت ڈھونگ میں پس
 اہل شام نے ان کو مارا کہ وہ بیمار ہو گئے اور فوت ہو گئے۔

اہل شام کے سوال کا مقدمہ و ستہ کہ وہ حضرت علی کرم اللہ
جواب وجہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کریں
 پس وہ سوائے اوب کے باعث ناراض ہو گئے۔ یہاں تک تو اسن تھا
 مگر جب وہ صحابی پر طعن میں حاضر سے بڑھ گئے تو انہوں نے مارا بہر حال
 بشر سے خطا ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ نسائی کی اس سے مراد حضرت معاویہ
 رضی اللہ عنہ کی مدح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اس قبیل کے کلمات تو حضرت
 معاویہ کے لئے موجب پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں مگر اہل شام اس کے
 منہ پر دم نہ گئے یا پھر انہوں نے سوچا کہ اس محدث نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو
 حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح کیوں نہ کی۔ پس اپنی جہالت کے باعث انہوں
 نے اس محدث کو مارا۔

اکثر صحیح اور حسن روایت میں ایسے لوگوں کے لئے
بار ہوا طعن د عید شدید مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ
 سے بغض رکھیں یا ان سے جنگ کریں۔

حضرت علی سے تو ایسے حضرات نے بھی جنگ کی ہے جن کا
جواب جتنی ہونا قطعی ہے مثلاً حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا
 حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس احادیث و عید کریم صحابہ
 پر عمول کرنا واجب ہے حرور کی مثل۔ یا ان احادیث کو متعصب اور
 غیر معتد کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تیس سال کی حدیث جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام حضرت
تیس سال طعن سفینہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت
 صرف تیس سال ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی، پھر وہ فرماتے تھے، خلافت
 ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو سال، خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، خلافت
 عثمان رضی اللہ عنہ کے ۱۲ سال اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال، پھر
 تیس سال ہوتے ہیں یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی کی ہے
 مسند احمد، ترمذی، ابوالعلیٰ اور ابن حبان کی روایت ہے حضور علیہ السلام
 نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی بعد ازاں
 ملوکیت ہوگی اور بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابومرہ رضی اللہ
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی
 بعد ازاں تیس سال مطلق خلافت کی نفی نہیں ہے کیونکہ بارہ خلفاء

جواب تو حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔ مذکورہ تیس سالہ خلافت سے
 مراد خلافت کاملہ ہے جس میں نہ تو مخالفت سنت کا شائبہ ہو اور نہ بغیر
 کسی خلاف و انقطاع کے جاری رہے۔ یہیں تسلیم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ
 عنہ بیشک عالم دینی اور عادل تھے مگر علم و درج میں اور عدل میں خلفائے
 اربعہ کے ہم پلہ نہ تھے جیسا کہ اولیاء کرام میں بلکہ انبیاء و ملائکہ میں بھی مراتب
 کا تفاوت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت باجماع صحابہ اور
 حضرت امام حسن کی تسلیم و رضا کے باعث اگرچہ صحیح تھی مگر وہ سابقہ حضرات

کی منہاج پر نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے صباغات کو وسعت دی جبکہ غلغلہ
اربع نے اس سے احتراز کیا۔ پھر ابراہیم کی حسنا ت بھی تو مقررہ بین کی سیئات میں
گنی جاتی ہیں اور شاید ان کی توسیع اس لئے زمانہ کے تصور سمیت کی وجہ
سے تھی۔ اگرچہ خود ان میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ تو پہلے جان چکا ہے
البتہ خلفاء اربعہ کا عبادات و معادلات میں رجحان بالکل واضح و ظاہر ہے
جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

فصل - حضرت عمرو بن عاص کے ذکر میں

ابو عبد اللہ اور ابو محمد آپ کی کینیت ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے وزیر تھے۔ ترمذی نے حضرت عقب بن عمرو بن عاص رضی اللہ
عنہم سے ایک غریب اور کمزور مسند سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے مگر عمرو بن عاص
ایمان لائے ہیں یعنی قریش تو فتح مکہ کی ہیبت سے اسلام لائے تھے اور عمرو بن
عاص فتح سے سال دو سال پہلے مرفضاد و رجوت ایمان لائے تھے۔ ابن الکلب
کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس وقت جیشہ میں اسلام بیٹھ گیا تھا جب شاہ
نخاشی نے سرکار دو عالم کی نبوت کا احترام کیا تھا اور بغیر کسی دعوت کے
سجالت ایمان یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ مدینہ پہنچے
اور ایمان لائے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن
ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم ثلاثہ مفسرین میں ہجرت فرما
کر مدینہ میں آئے تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ، غلام ابو قیس، قیس بن ابی
حازم، ابو عثمان ہندی، قیس بن زویب، ابو حرہ غلام عقیل، عبد الرحمن بن شماس
عروہ بن زبیر و دیگر حضرات رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے عمرو بن عاص کو غزوہ فوات المسلمین میں امیر مقرر کیا تھا۔
ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
مرتبہ آپ کو جہنم بھی دکھایا تھا حالانکہ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق
اور حضرت علی رضی اللہ عنہم و دوسرے حضرات بھی موجود تھے یہ آپ کی ذلت
کو دور کرنے کی غرض سے تھا اس لئے کہ یہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں سے
شدید عداوت رکھتے تھے۔

تاریخ ذہبی میں ہے حضرت حماد بن سلمہ نے اپنی مسند سے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ عاص کے دونوں بیٹے مؤمن ہیں یعنی عمرو اور شہام، عبد الجبار بن ابی ہریرہ
ابی ملیک سے اور وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ عبد اللہ کی ماں اور عبد اللہ کے
باپ بہتر من البہیت ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح میں ابی شماس مہری سے روایت کرتے ہیں کہ کم بوقت
نزع حضرت عمرو بن العاص کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ بہت رمسے اور چہرہ
دیوار کی طرف گھما لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہتے تھے کہ ابا جان حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے تو آپ کو قلاں قلاں بشارت دی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ
کی وحدانیت اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کو
سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر میں نے تین دور دیکھے ہیں۔ ایک وہ کہ میں
نے اپنے آپ کو رسول اللہ کا سب سے زیادہ دشمن دیکھا ہے اور اس کے
علاوہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ کسی طرح میں حضور علیہ السلام پر قابو پا کر
"فخوذ بالہ" انہیں قتل کروں۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو میں جہنم
ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈالا تو میں حضور علیہ السلام

کی خدمت اقدس میں آگیا اور عرض کیا کہ آپ سیدھا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کا ارادہ ہے۔ فرمایا کیسی شرط؟ میں نے عرض کیا کہ میری بخشش ہو جائے۔ فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سالیقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سالیقہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور بیشک حج بھی اقبل کی تمام معصیت کو دھو دیتا ہے۔

”افرضی میں نے بیعت کر لی“ پھر کون تھا جو حضور علیہ السلام سے مجھ سے بڑھ کر محبت کرتا اور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و بزر نہیں تھا اور آپ کے جلال و درعب کے باعث میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کی وصف ”حلیہ“ دریافت کرے تو نہیں بتا سکوں گا۔ اس لئے میری آنکھوں نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا ہی کب تھا۔ اگر میں اس حالت میں فوت ہو جاتا تو مجھے قوی امید ہے کہ میں سیدھا جنت میں جاتا۔ پھر میں نے ایسی چیزوں میں ہاتھ ڈالا کہ تو ہمیں جانتا کہ اس میں میرا کیا حال تھا۔ پس جب میں اس حالت میں مردوں تو نہ تو کوئی رے والی میرے قریب آئے اور نہ آگ۔ پھر جب تم مجھے دفن کرو تو میرے اوپر مٹی ڈالنا اور اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے آفس کروں اور دیکھوں کہ میرے رب کے قاصد ”منکر کبیر“ مجھ سے کیا کیا پوچھتے ہیں۔

فصل حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

ابن عساکر نے بطریق ابن وہب سے انہوں نے حرط بن عمران سے انہوں نے سالم اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوسفیان پر نصرت کر۔ اے اللہ طارث بن ہشام پر نصرت کر۔ اے اللہ صفوان بن امیہ پر نصرت کر۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کے لئے کوئی امر نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ کو قبول فرمایا۔ پس وہ اسلام لائے اور وہ اسلام میں اچھے رہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن کہا ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی طائف کی لڑائی میں ایک آنکھ ضائع ہو گئی اور وہ جنگ یرموک تک ایک آنکھ سے رہے مگر جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی تو وہ نابینا ہو گئے اور یاسرؓ اور بعض نے کہا کہ اس کے میں مدینہ شریف میں ان کا استقبال ہوا اور نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ زحف شری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عسی اللہ ان يجعل بلیک و بین الذین عاد و یمو منہم مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تو ان کی سختی نرم ہو گئی اور خودی ختم ہو گئی۔

امام مسلم حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان نہ تو ابوسفیان کی طرقت دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے تین چیزیں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کون سی؟ عرض کیا کہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی حسین اور جبل ترین بیٹی ہے۔ میں آپ سے اس کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ معاذیہ رضی اللہ عنہ کو آپ اپنا کاتب بنالیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حکم دیں کہ میں کفار کو قتل کروں جیسا کہ میں مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

شرح مسلم میں اس حدیث کو مشکل کہا گیا ہے اس لئے ذکر البوسفیان مشہور
میں اسلام لائے تھے اور حضور علیہ السلام کا نکاح اس سے قبل مسیح میں
حضرت ام حبیبہ سے ہو چکا تھا اور یہ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ کہا
گیا ہے کہ یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے۔ لیکن نے کہا کہ یہ موضوع ہے
مگر یہ سب اقوال مردود ہیں اس لئے کہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور
ابن زبیل کا گمان ہے کہ اگر وہ حضور علیہ السلام سے یہ سب کچھ طلب نہ کرتے
تو آپ اس کو کچھ بھی سلطانہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر
سائل کو انجابت میں ہی جواب دیتے تھے۔

فصل: حضرت البوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ کا کچھ ذکر

مؤلف شکارۃ کہتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے
کے بعد مسلمان ہوئی تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی سابقہ نکاح
پر برقرار رکھا۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں اور عقلمند بھی۔ جب غزوات
نے سرکارِ دو عالم کی بیعت کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک
نہ بناؤ گی۔ کہنے لگی کہ میں تو جاہلیت میں بھی شریک پر راضی نہیں تھی اور پھر
اسلام میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چوری نہیں کریگی
تو کہنے لگیں کہ البوسفیان خیر ہاتھ کھینچ کر کہنے والے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا
ہاں اپنی اور اپنے بیٹے کی حسب کفالت تو اس کے مال سے لے سکتی ہے
آپ نے پھر فرمایا کہ نہ تاکہ قریب نہ پہنکنا۔ تو کہنے لگیں۔ کیا کوئی آزاد شریف
عورت نہ مار سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل نہ کرنا اپنی اولاد کو۔ تو کہنے لگیں۔
کہ کیا آپ نے ہمارا کوئی ایسا بچہ پھونڈا ہے جس کو بدر میں قتل نہ کیا ہو۔ پہنچنے
پس ان کو ہم نے پاٹا اور جب بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (س کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے۔ اہم معاویہ

رضی اللہ عنہا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئی اور اسی دن
حضرت ابو جہلؓ والد گرامی حضرت ابوبکر صدیقؓ فوت ہوئے۔ ان سے حضرت
بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہندیت عقبہ آئیں اور کہتے گئیں یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا خراب و خوار ہونا مجھے
آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے اگر
اس وقت میری بیٹی ایسے ہوتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھر مجھے آپ کے
گھر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات
کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہی حالت میرے ہاں ہے۔ پھر
عرض کیا یا رسول اللہ، البوسفیان جزیرہ آدھی ہیں کیا اس میں کوئی خرچ ہے؟
کہیں اس کے مال میں سے اپنے عیال کے طعام کے لئے کچھ لے لوں۔ آپ نے
فرمایا ہاں معروف خرچ لے سکتی ہو۔ یہ حدیث بہت سے واسطوں و طریقوں
سے مروی ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "کہ قسم ہے اس
ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہی کیفیت اپنی میں ہے" ہند
کی تصدیق ہے اور بعد ازاں شدید عجز کی خبر بھی ہے جس نے اس کے برعکس
تجلیا پس تحقیق وہ وہم میں مبتلا ہوا۔

فصل۔ مروان بن حکم اموی کے ذکر میں

مروان کے باپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کو ظاہر کر دیا کرتے تھے تو اس لئے حضور علیہ السلام
نے ان کو طائف روانہ کر دیا تھا اور مروان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

قسطانی اپنی شہر بخاری میں فرماتے ہیں کہ مروان سرکارِ دو عالم کی حیات میں پیدا ہوئے اور آپ سے سماعت بھی کی ہے۔ وہ بچپن میں ہی اپنے باپ حاکم کے ہمراہ طائف چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔ اس وقت تک جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور ان کو مدینے بلوایا۔ ”انتہی ملخصاً“

میں کہتا ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک غلط ہے اور کتاب تواریخ میں ان کے محاسن سے زیادہ مطاعن مذکور ہیں ”خدا ہی جانتا ہے“ ان پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بپا ہوا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے حضرت انا حسن کو ردضہ رسول میں دفن کرنے سے منع کیا تھا۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو تھنیک کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ذریعہ ابن ذریع ملعون ابن ملعون ہے۔ حاکم نے اس کو اپنی تصحیح مستدرک میں روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگِ جمل میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اس کے محاسن میں حدیث کا روایت کرنا شامل ہے۔

صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار صحابہ سے روایت کی ہے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل ہیں اور ان سے عروہ ابن زبیر اور علی بن حسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے وہ معتمد علیہ اپنے قول میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اصل روایت ہیں۔ پس حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں بہتم نہیں تھے اور صحابی رسول ہر بن سعد بن اسعدی نے ان کے صدق پر اعناد کرتے ہوئے ان سے روایت کی ہے اور وہ جو ان پر

تنقید کی گئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر طلبِ خلافت بالسیف میں ان کی شہرت ہے۔ حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا مگر طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بالتادیل تھا۔ ”انتہی“

بخاری نے محمد بن بشار سے، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے مروان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے ہاں موجود تھا۔ حضرت عثمانؓ نے متع سے ردکا اور فرمایا کہ حج اؤ عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا جائے۔ پس میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر تبلیہ کہا اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا، بالاجملہ مروان کے مطاعن میں سکوت اوٹی ہے۔

بخاری کے بعض شراح نے کہا ہے کہ حاکم کی روایت حدیث ان کے لئے قوتِ پاکیزگی و رحمت کا موجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مؤلف ”شیخ عبدالعزیز برہاردی“ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل انصاف کے لئے کافی ہے اور مبتدعین کی سرکشی کے لئے میں اللہ سے ہی ان کی شکایت کر سکتا ہوں۔ یہ نماز جمعہ کا وقت ہے۔ رمضان شریف کی تین تاریخ اور ۱۲۳۲ھ ہے اور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا ہوں اور وہ میرے لئے صاحبِ جود و انعام ہے۔

مترجم اللہ تعالیٰ کے کہ کم و فضل پر مومن ہے کہ آج ۸ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات بوقتِ صبح اس تالیفِ جلیل کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

وصل اللہ علیہ بحسب رب العالمین و مطلوب المستائقین و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و سائر المسلمین اجمعین۔

عقیدہ کی اصلاح کے لیے ایک عمدہ کتاب

من ھو معاویہ؟

مؤلف

قاری محمد لقمان قادری

مقرظین: مولانا محمد صدیق ہزاروی، پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی

مولانا مفتی غلام حسن قادری، مولانا مفتی محمد عبدالغفور الہاروی

مولانا محمد منشا، بش قصوری، مولانا غلام مصطفیٰ نوری، مولانا محمد کاشف اقبال مدنی

دار الاسلام، لاہور

البشارات العالیہ لمن احب سیدنا معاویہ

مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف

محقق اہل سنت حضرت علامہ حکیم مفتی شفیقات احمد نقشبندی مجددی کیلانی

والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور

لگا رہا ہوں مضامین تو کے پھر انبار

خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(میر بر علی انیس)

إِنْ شَاءَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الْمَنَّانُ

اس مجموعہ رسائل کے بعد

حضرت مولا مشکل کشا جناب سیدنا علی المرتضیٰ

كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْأَسْنَى

کے خصائص و فضائل و مناقب اور اقوال و حیات و مرویات پر

مشتمل علمائے اہل سنت کے نایاب تحقیقی رسائل

جلد چھپ کر محبان صحابہ و اہل بیت کے قلوب و اذہان کو گرمائیں گے۔

”دائر الاسلام“ کی تراش علمیہ

260	حضرت سید محمد سلیمان اشرف بہاری	المبیین مع تنقیہ و تبصرہ	1
80	پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری	الرشاد	2
50	علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي الْحَيَاةِ النَّجَال	3
200	مولانا عبدالحق خیر آبادی، برکات احمد ٹوکی	شرح المرقاۃ مع رسالہ وجود راہی	4
10	کوثر نیازی	امام احمد رضا! ایک ہمہ جہت شخصیت	5
80	دلی اللہ لاہوری، فقیر محمد بھٹکی، نور شید احمد سعیدی	اسحات ضروری	6
80	علامہ فضل حق خیر آبادی، محمود احمد برکاتی	الروح المعنوی (دعوت الوجود)	7
160	غوث نوری (ایڈیٹر ہمدرد)	علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات	8
80	علامہ غلام سعیدی (دارالعلوم نعیمیہ کراچی)	حیات استاد اعظم مولانا محمد بندہ یالوی	9
50	NET	مولانا قادری محمد لقمان قادری	10
80	NET	مولانا قادری محمد لقمان قادری	11
15	NET	مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری	12
40	NET	مولانا عبدالمسیح بیگلہ رام پوری	13
100	NET	فیصل خان (راول پٹی)	14
25	NET	تاج الحق مولانا عبد القادر بدایونی	15
25	NET	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	16
100	NET	سید محمد، ہمدادی، بدایونی، جھنگوی، قاسمی	17
100	NET	فیصل خان	18
000	تحقیق: ڈاکٹر سلیمہ فردوس سہول	دیوان فضل حق خیر آبادی	19
000	مولانا خیر الدین ٹیٹوری دہلوی	خیر الامصار، اسرار الضروریہ، حفظ المستن	20
000	امام ابو بکر احمد بن علی مروزی	سند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	21
000	مولانا سید عفتایت علی کالی مراد آبادی	کلیات کالی	23

دن کی طہریں اور نماز کا صحیح مذاکرہ میں نکاح الحرام

حضرت امیر مومنین علیؓ اور یہ طہریں کرنیوالا دوزخ کا کسیتا ہے

8-C مچی الدین بلڈنگ اسلام آباد مارکیٹ لاہور

Cell: 0321-9425765

